اسلامی تاریخ کی سچی کہانیاں
حصہ اول
مکتبہ جامعہ
دہلی - نئی دہلی - لاہور
FIROZE
F
۸۹۱.۴۳
۱۲۷۸.
۱

اسلامی تاریخ کی سچّی کہانیاں

حصّہ اوّل

مرتّبہ مولوی محمد حسین صاحب محوی لکھنوی

مکتبہ جامعہ
دہلی، نئی دہلی، لاہور، لکھنؤ، بمبئی

مطبوعہ جید برقی پریس دہلی

بار سوم ۲۰۰۰ سنہ ۱۹۳۹ء قیمت ۵ر

فہرست

دیباچہ

یہ امر اب کسی دلیل کا محتاج نہیں رہا ہے کہ مسلمان بچوں کی تعلیم کے لئے بزرگانِ سلف کی صحیح تاریخ خاص کر ان کے اخلاقی حالات و واقعات سے بہتر کوئی چیز مفید نہیں ہے۔ مروجہ کتب درسیہ میں کتے بلیوں کی جو کہانیاں ہیں ممکن ہے کہ ان سے بچوں کو بظاہر دلچسپی ہوتی ہو۔ مگر نہ وہ ہمارے اخلاقی امراض کی دوا ہیں اور نہ کسی صورت سے اخلاقی نقطۂ نظر سے بچوں کے لئے زیادہ مفید اور نتیجہ خیز۔ سچے واقعات جو انسانی فطرت سے ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں بہت زیادہ مفید و موثر ہو سکتے ہیں۔ اور کم سن بچے جلد تر و بآسانی انھیں ذہن نشین کر سکتے ہیں۔ ایک ایسا شعر جس میں جذبات انسانی کی تصویر کھینچی گئی ہو یا جس میں کسی ایسے واقعے کا اظہار ہو جو کم و بیش گذرتے رہتے ہیں، پڑھنے والے اور سننے والے کو بہ نسبت اس شعر کے زیادہ متاثر و محظوظ کر سکتا ہے جس میں رعایت لفظی مبالغہ، اور استعارہ و تشبیہہ کے سوا کچھ نہ ہو۔

یہ بھی اب مخفی نہیں ہے کہ اسلاف کی تاریخ کا مطالعہ ہمارے بچوں کے لئے ناگزیر ہے۔ کیونکہ جب تک ہم اور ہمارے بچے اپنے بزرگوں کے اخلاقی کارناموں سے واقف نہ ہوں۔ ان میں اخلاقی اصلاح دشوار ہے۔ اور ان میں وہ شریفانہ جذبات و پاکیزہ اخلاق پیدا نہیں ہو سکتے جو ضروری ہیں۔ کسی زمانے میں ہماری قوم کا ہر فرد دیگر

اقوام کے لئے اخلاق کا معلم و مبلغ تھا۔ مگر اب اپنے اسلاف کے محاسن سے ناواقف ہونے کا یہ نتیجہ ہے کہ ہم اپنے کو بھول گئے۔ دوسروں کے فضائل گنانے سے ہم کو فرصت نہیں۔ خود اپنی نگاہ میں ذلیل ہیں۔ نہیں جانتے کہ ہماری ترقی کی اصلی شاہراہ کون ہے۔ الحمدللہ کہ اب ملک کی ذمہ دار ہستیوں نے اسے محسوس کرلیا ہے اور اس قسم کی ریڈروں کی ضرورت کا احساس ہوگیا ہے جن میں شریفانہ جذبات و پاکیزہ اخلاق کی تاریخی رنگ میں تعلیم دی گئی ہو۔ اور صحیح تاریخی روایات کا عنصر موجود ہو۔

ان ہی ضروریات کو ملحوظ رکھ کر راقم الحروف نے عربی فارسی کی مستند و معتبر تاریخوں سے ایسی حکایات کا انتخاب کیا جن میں کوئی نہ کوئی اخلاقی تعلیم کا جوہر موثر پیرائے میں موجود ہے اور ہر حکایت سہل و سادہ عبارت اور چھوٹے چھوٹے جملوں میں لکھی ہے تاکہ مقصد اصلی حاصل اور بچوں کو پڑھنے میں سہولت ہو۔ جہاں جہاں بتقاضائے ضرورت ثقیل الفاظ آئے ہیں ان کا حل حواشی زیریں (فٹ نوٹ) میں کردیا ہے۔ امید ہو کہ یہ رسالہ اسلامی مدارس اور اسکولوں کی ابتدائی جماعتوں کے لئے قابل درس ثابت ہوگا۔ اور شرف قبول حاصل کرے گا۔

محمد حسین محوی صدیقی

۱۔ اکبر کی دِلاوری

اکبر بادشاہ ہندوستان میں اپنی خوبیوں کی وجہ سے مشہور ہے۔ اس کی طبیعت میں بچپن سے بلا کی دلیری تھی۔ وہ کسی چیز سے ڈرتا نہ تھا۔ اور اپنی جان جوکھوں میں ڈال دیتا تھا

اس کو بچپن سے ہاتھیوں کا بہت شوق تھا۔ جب یہ پندرہ برس کا تھا ایک روز ایسا اتفاق پیش آیا کہ اس کا ایک پیارا ہاتھی مستی کی حالت میں چھوٹ گیا اور بازاروں میں گھومنے لگا۔ شہر میں کہرام مچ گیا۔ اکبر کو یہ خبر پہنچی تو سنتے ہی قلعے سے نکلا اور پتہ لیتا ہوا ہاتھی کی تلاش میں چلا۔ ایک بازار میں غل سنا کہ "وہ آتا ہے" اور خلقت بھاگی چلی جاتی ہے۔ اکبر اِدھر اُدھر دیکھ کر ایک کوٹھے پر چڑھ گیا اور اس کے چھجے پر آکر کھڑا ہوا جوں ہی ہاتھی برابر آیا یہ جھپٹ کر اس کی گردن پر تھا۔ دیکھنے والے بے اختیار چلائے "ہا ہا ہا! دیو قابو میں آگیا" اور اکبر کی بہادری کو سب نے مان لیا۔

(دربارِ اکبری)

۲۔ سلطان ابو العنان اور ایک شیر

شیر کا مارنا اور شکار کرنا بڑی بہادری اور خطرے کا کام ہے، مگر مراکش کے بادشاہ ابو العنان کے نزدیک شیر کا مار ڈالنا کوئی کمال ہی نہ تھا۔ یہ بڑا بہادر بادشاہ تھا، ایک دفعہ ایک وادی میں اس کا لشکر ٹھہرا ہوا تھا۔ ایک زبردست شیر لشکر میں گھس آیا۔ بڑے بڑے بہادر سپاہی ڈر کے مارے ادھر ادھر چھپنے لگے اور سوار و پیادہ سب خوف کے مارے بھاگے، بادشاہ کو یہ حال دیکھکر سخت حیرت ہوئی بغیر کسی خوف وہراس کے تن تنہا شیر کے مقابلے کے لئے آگے آیا۔ اور شیر کی پیشانی پر اس زور سے نیزہ مارا کہ شیر منہ کے بل زمین پر گر پڑا اور جان دے دی اس پر تمام لشکر میں دھوم مچ گئی۔

پیارے بچو! اگر کسی وقت کوئی مشکل پیش آجائے تو انسان کو بھاگنا، اور گھبرانا نہ چاہیئے بلکہ نہایت استقلال سے اس کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔ اسی کا نام بہادری ہے۔ اور یہی آدمی کے تمام خطروں کو دور کرتی ہے۔

۳۔ سلطان بایزید کی حق پسندی

سلطان بایزید ترکوں کا بڑا زبردست اور منصف بادشاہ گذرا ہے اس کے زمانے میں مولانا شمس الدین رومی ایک بڑے بزرگ عالم شاہی عدالت کے حاکم اور جج تھے۔ اتفاق سے ان کے یہاں ایک ایسا مقدمہ پیش ہوا جس میں خود بادشاہ سلامت گواہ تھے۔

مولانا رومی شریعت کے پکے اور سخت پابند تھے۔ اور بادشاہ سلامت کبھی کبھی نماز جماعت کے ساتھ نہیں پڑھتے تھے۔ چنانچہ جب مقدمہ پیش ہوا تو مولانا نے بادشاہ کی گواہی ماننے سے صاف انکار کر دیا۔ بادشاہ سلامت کو غصہ نہ آیا بلکہ وہ یہ سوچنے لگے کہ آخر عدالت میری گواہی کیوں نہیں مانتی۔ کوئی وجہ سلطان (بادشاہ) کی سمجھ میں نہ آئی۔ آخر اس نے جج صاحب سے سبب دریافت کیا۔

مولانا نے نہایت آزادی سے عدالت ہی میں جواب دیا کہ سلطان نماز میں جماعت کے پابند نہیں ہیں۔ میں ان کی گواہی نہیں مان سکتا کیوں کہ جو شخص جماعت کے ساتھ نماز ادا نہیں کرتا اس کی شہادت معتبر

نہیں ہے۔

بادشاہ سلامت مولنا کی اس صاف گوئی پر بہت خوش ہوئے اور اس روز سے نہایت مستعدی کے ساتھ جماعت کی پابندی فرمانے لگے اور یوں اپنے جج کی بات رکھ لی، سلطان کو ناز تھا کہ ہماری حکومت کے جج ایسے ایمان دار اور انصاف کے دھنی ہیں کہ حق کے آگے بادشاہ کی بھی کچھ حقیقت نہیں سمجھتے۔

۴۔ مامون خلیفہ اور ایک چور غلام

بغداد کا مشہور نامور خلیفہ مامون رشید نہایت بردبار اور نیک مزاج خلیفہ تھا۔ اس کا ایک نوجوان غلام روز پانی پینے کا گلاس چرا لے جاتا تھا۔ کئی بار ایسا ہی ہوا، آخر مامون تاڑ گیا۔ مگر سزا نہ دی بلکہ موقع کا منتظر رہا اور ایک روز موقع پا کر تنہائی میں اس سے کہا۔

"جب تم گلاس چرایا کرو تو ہمارے ہی پاس لے آیا کرو۔ ہم قیمت دے کر لے لیا کریں گے۔"

غلام نے کہا: "بہتر ہے" اور ادھر اُدھر نظر دوڑائی۔ اتفاق سے اس وقت سامنے ہی ایک گلاس رکھا تھا۔ غلام نے اس کی طرف اشارہ کر کے کہا:

"اچھا حضور مجھ سے یہ گلاس خرید لیں۔"

مامون: "اچھا کس قیمت میں؟"

غلام: "دو دینار (اشرفیوں) میں۔"

مامون: "مگر اس شرط پر خریدیں گے کہ آئندہ تم گلاس نہ چراؤ، ورنہ

جرم ثابت ہے۔ تم کو سخت سزا دی جائے گی۔

غلام: "بہتر ہے۔ آئندہ ایسا ہی ہوگا۔"

مامون نے اسی وقت غلام کو دو دینار دلوا دئے۔ غلام پر بادشاہ کی بردباری کا کچھ ایسا اچھا اثر پڑا اور اس تدبیر نے وہ جادو کا کام کیا کہ غلام سہم گیا۔ اس نے سمجھ لیا کہ بادشاہ نے جو کچھ کہا ہے وہ کر دکھائے گا۔ اب خیر نہیں۔ غرض اپنی چوری کی عادت سے اسی وقت توبہ کر لی۔ اور اس روز سے محل شاہی کی کوئی چیز چوری نہ گئی

پیارے اور ننھے بھائیو! یاد رکھو نرمی اور بردباری سے اکثر وہ کام نکل جاتا ہے جو غصہ اور سختی سے نہیں نکلتا۔ یہ تدبیر بڑی کارگر ہوتی ہے۔

۵۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی دیانت

اسلام کے مشہور خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہٗ (خدا ان سے راضی ہو) ایک روز رات کو بیٹھے حکومت کا کچھ کام کر رہے تھے اور چراغ کی روشنی میں رعایا کے متعلق کچھ ضروری کاغذات ملاحظہ فرما رہے تھے۔ اتنے میں آپ کا ایک ذاتی غلام حاضر ہوا، اور کچھ آپ کے ذاتی کاموں کے متعلق باتیں کرنے لگا جن کا تعلق حکومت سے نہ تھا۔

حضرت عمر نے فرمایا: "پہلے چراغ گل کر دو۔ پھر مجھ سے باتیں کرنا کیونکہ اس چراغ میں جو تیل جل رہا ہے۔ یہ ہمارے داموں کا نہیں ہے۔ بلکہ مسلمانوں کے بیت المال کا ہے۔ اس کا صرف میرے ذاتی کاموں کے وقت جائز نہیں ہے بلکہ صرف مسلمانوں ہی کے کاموں میں ہونا چاہیئے۔" غلام نے تعمیل حکم کی اور وہ چراغ گل کر کے باتیں کرتا رہا۔

جب غلام باتیں کر کے رخصت ہونے لگا، چراغ پھر روشن کر دیا گیا اور حضرت عمر اپنے سلطنت کے کام میں مشغول ہو گئے۔

اللہ اللہ! یہ تھی اسلامی بادشاہوں کی احتیاط اور دیانت جو رات دن بغیر کسی معاوضے کے مسلمانوں کے کاموں میں لگے رہتے تھے مگر دھیلے کا تیل بھی اپنے کام میں لانا ناجائز سمجھتے تھے۔ واقعی ایمانداری اور امانت اسی کا نام ہے ان ہی خوبیوں سے تو اسلام نے دنیا میں اس قدر ترقی کی ہے۔

۶- امام سلفی اور بادشاہِ مصر

امام سلفی ایک بہت بڑے عالم اور فاضل بزرگ تھے۔ ایک دن وہ حدیث شریف کا سبق پڑھا رہے تھے کہ مصر کا بادشاہ اور اس کا بھائی دونوں حاضر ہوئے۔

امام صاحب درس میں مشغول تھے۔ اس وجہ سے بادشاہ کی نہ تعظیم کے لیے اٹھے اور نہ اس طرف متوجہ ہو سکے۔

بادشاہ ادھر اپنے بھائی سے کچھ باتیں کرنے لگا۔ لیکن یہ بات ادب حدیث کے خلاف تھی۔ یہ دیکھ کر امام صاحب کو ضبط کی تاب نہ رہی آپ نے اسی وقت بادشاہ کو تنبیہ کی اور فرمایا "ہم حدیث شریف اس لیے نہیں پڑھاتے کہ آپ لوگ آئیں اور یہاں بیٹھ کر باتیں کریں۔ حدیث نبوی کا کچھ ادب بھی چاہیئے۔"

بادشاہ نیک دل اور شریف انسان تھا۔ امام صاحب نے بات بھی بالکل واجبی کہی تھی۔ اسے ناگوار نہ ہوا، بلکہ مان گیا۔ اور فوراً خاموش ہو رہا اور جب تک حدیث شریف کا درس ختم نہ ہو لیا پھر اس

نے بات چیت نہ کی

جب امام سلفی اپنا کام کر چکے تو بادشاہ کی جانب متوجہ ہوئے بادشاہ
امام صاحب کی اس جرأت ایمانی سے بہت مسرور تھا۔

تم نے اس اسلامی بادشاہ کا اخلاق دیکھا! جب کوئی آدمی خواہ
تم سے دولت اور مرتبے میں کتنا ہی چھوٹا ہو، کوئی معقول بات کہے
تو اُسے ماننا اور اس پر عمل کرنا چاہئے۔

۷۔ خلیفہ منصور اور ایک مکھی

خاندان بنی عبّاس کا دوسرا معزّز خلیفہ منصور ایک بار دربار میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک مکھی بار بار آتی تھی اور حضرت خلیفہ کے چہرے پر بیٹھ بیٹھ جاتی تھی۔ خلیفہ نے کئی دفعہ اڑایا مگر وہ پھر آ آ گئی۔ غرض کئی دفعہ ایسا ہی ہوا۔ خلیفہ کو بہت ناگوار گذرا۔ اس وقت دربار میں ابن سلیمان بھی موجود تھے جو اپنے زمانے کے بڑے عالم اور مقرر تھے۔ خلیفہ نے جھنجلا کر ابن سلیمان سے پوچھا۔

"کیوں جناب خدائے تعالیٰ کو مکھی پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی"؟ حضرت ابن سلیمان نے جواب دیا "خدائے پاک نے دنیا میں کوئی چیز بیکار پیدا نہیں کی ہے اور یہ مکھی غرور کرنے والوں کا غرور توڑنے کے لئے پیدا کی گئی ہے"۔

یہ کھرا جواب سن کر بادشاہ سلامت کے دل پر بڑا اثر ہوا۔ اس نے ہمیشہ کے لئے علامہ کے اس قول سے نصیحت حاصل کی۔ وہ بالکل برا نہ مانا بلکہ اپنے کہے پر بہت پشیمان ہوا۔

۸۔ سُلطان ٹیپو کی حیاداری

جنوبی ہندوستان میں ٹیپو سلطان ایک مشہور بادشاہ گذرا ہے۔ جس کی انتقال کو کچھ زیادہ زمانہ نہیں گذرا۔ یہ بادشاہ جس قدر بہادر اور دلیر تھا اسی قدر اس میں حیا اور دین داری بھی تھی۔ یہ جتنا اپنے دین کا پکا اور شجاعت کا دھنی تھا، اتنا ہی شرم وحیا کا بھی لحاظ رکھتا تھا۔ اس کی شرم وحیا کا یہ حال تھا کہ تمام عمر میں کبھی کسی نے اس کے گھٹنے تک پاؤں اور کلائیوں تک ہاتھوں کے سوا اس کا جسم کھلا ہوا نہیں دیکھا۔ اس نیک دل بہادر بادشاہ کی یہ عادت تھی کہ حمام میں بھی کبھی برہنہ نہیں گیا۔ ہمیشہ اپنے جسم کو چھپائے رکھتا تھا۔ اور اسی حیاداری کے اصول پر اس نے اپنی تمام حکومت کے حدود میں یہ حکم دے دیا کہ کوئی سر یا سینہ کھول کر باہر نہ نکلے۔

جنوبی ہندوستان کے ساحل پر جو قومیں آباد تھیں ان کی عورتوں میں یہ رواج مدت سے چلا آتا تھا کہ جسم کا اوپر کا حصہ بالکل کھلا رکھتی تھیں بلکہ اسے چھپانا اپنی قدیم عادت اور رواج کے موافق بہت برا جانتی تھیں۔ ٹیپو سلطان کو یہ امر ناگوار ہوا اس نے عام طور پر یہ حکم دے دیا

کہ سینہ کھول کر کوئی عورت گھر سے باہر نہ نکلے۔ چنانچہ بادشاہ کے اس حکم کی تعمیل کی گئی اور اس صورت سے اس بادشاہ نے ملک سے ایک عام بے حیائی کے رواج کو اٹھا دیا۔

۹۔ حضرت امام اعظم اور ایک حجام

کوفہ کے رہنے والے اور مسلمانوں کے مشہور امام حضرت ابوحنیفہ کا نام تم نے سنا ہوگا۔ یہ بڑے بزرگ اور عالم تھے اور علم دین کے بڑے ماہر۔ لیکن اسی زمانے میں ان کو ایک ایسا اللہ والا حجام ملا جس نے انھیں بھی دین کی پانچ باتیں بتائیں یہ بہت اچھی باتیں تھیں۔ ہم تم سے بیان کرتے ہیں امام صاحب نے اس حجام کی بہت قدر کی اور یہ قصہ خود لوگوں کو سنایا کرتے تھے تاکہ دوسروں کو سبق حاصل ہو۔ قصہ یہ ہے کہ ایک بار امام صاحب حج کے لئے مکہ شریف تشریف لے گئے اور وہیں ایک حجام کو خط بنوانے کے لئے بلایا۔ نائی حاضر ہوا تو انھوں نے اس سے پوچھا "بھئی کیا اجرت لوگے؟"

نائی نے جواب دیا:۔ "حاجی لوگ مزدوری نہیں ٹھیراتے"۔

امام صاحب کو خاموش ہونا پڑا، اور خط بنوانے کے لئے بیٹھ گئے۔ مگر منہ قبلہ کی طرف کرکے بیٹھنا یاد نہ رہا۔ نائی نے فوراً ٹوکا اور کہا "قبلہ رو ہوکر بیٹھئے"۔ امام صاحب نے فوراً اپنا رخ بدلا۔ مگر پھر بھول ہوئی اور بائیں

جانب سے حجامت بنوانے کا ارادہ کیا۔ نائی سے پھر نہ رہا گیا۔ اور اس نے کہا: "نہیں، اول داہنی جانب سے بنائی جاتی ہے"۔ امام صاحب اپنی غلطی پر شرمندہ ہو کر چپ ہو رہے۔ اور نائی نے خط بنانا شروع کیا تو کہا: "تکبیر پڑھتے جاہیے"۔ آپ نے اس پر عمل کیا۔ آخر جب وہ حجامت سے فارغ ہوا تو آپ اٹھ کر جانے لگے۔ نائی نے کہا "اب آپ کہاں جاتے ہیں" امام صاحب نے جواب دیا "اپنی قیام گاہ پر"۔ نائی یہ سن کر بولا "اول دو رکعت نماز تو پڑھتے جایئے"۔

اب تو امام صاحب مان گئے۔ اور اس سے پوچھا "بھائی یہ باتیں اور یہ ادب تم کو کس نے بتائے؟" نائی نے اس زمانے کے ایک بزرگ محدث کا نام لیا اور کہا "حضرت عطا کا بھی یہی دستور تھا"۔ اللہ اللہ یہ تھے اس زمانے کے آداب۔ امام صاحب نے بہت قدر کی اور انعام دے کر رخصت کیا۔

پیارے بچو! تم بھی یاد رکھو کہ تم کو ادب کی باتیں کوئی بھی سکھائے اور بتائے، خواہ وہ تم سے کتنا ہی چھوٹا اور مرتبے میں کم ہو مگر ماننا اور عمل کرنا چاہیے۔ ادب دنیا میں بڑی چیز ہے اور اس سے آدمی کی سچی عزت ہوتی ہے۔

۱۰۔ سچائی کی فتح

حجاج بن یوسف مکہ کا گورنر اگرچہ مسلمان تھا لیکن بڑا ظالم تھا۔ اس زمانے میں یہ قاعدہ تھا کہ مسلمانوں کے سردار جمعہ کی نماز پڑھاتے تھے چنانچہ یہ خطبہ پڑھنے کھڑا ہوا۔ مگر خطبہ اس قدر طولانی (لمبا) تھا کہ نمازی گھبرا گئے اور نماز کا وقت تنگ ہو گیا۔ لیکن اس کے ظلم کے خوف سے کسی کو کچھ کہنے کی جرأت اور ہمت نہ ہوئی۔ وہیں ایک بگڑے دل سچے مسلمان بھی موجود تھے۔ وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے "نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ زیادہ دیر نہ کرنا چاہیئے۔ وقت کسی کا انتظار نہیں کر سکتا اور نماز میں کسی کی وجہ سے دیر نہیں کی جا سکتی خدائے تعالیٰ اس طرح وقت ضائع کرنے کو معاف نہ فرمائے گا"۔ بھرا مجمع تھا حجاج کو اس کی باتیں ناگوار ہوئیں۔ اس نے فوراً حکم دیا کہ اسے قید کر دو۔ اسی وقت ایک سچا مسلمان ٹھکانے کی بات کہنے پر جیل خانے بھیج دیا گیا۔ لوگوں کو اس سے بڑی ہمدردی تھی اور بے گناہ قید ہونے کا نہایت افسوس، مگر کیا کرتے ایک روز کچھ لوگ اس سے ملنے کو جیل خانے گئے اور کہنے لگے۔ تم اپنے کو دیوانہ ظاہر کر دو تو چھوڑ دئے جاؤ گے۔ سچے قیدی نے جواب دیا۔ "خدا نے

مجھ کو تندرست بنایا ہے۔ میں جھوٹ نہیں بول سکتا۔" آخر لوگ مجبور ہو کر چلے آئے۔
چند روز کے بعد یہ خبر حجاج کو بھی پہنچی۔ اگرچہ وہ ظالم تھا مگر تھا تو انسان
اس سچائی نے اس کے دل میں گھر کر لیا اور بڑا اثر ہوا۔ اسی وقت کہنے
لگا: "ایسے سچے آدمی کو قید میں رکھنا مناسب نہیں ہے۔" پھر حکم دیا کہ قیدی
رہا کر دیا جائے۔ اس طرح سچائی کی بدولت اس شخص نے نجات پائی۔

۱۱۔ عالمگیر اور ایک توپچی

ہندوستان کے مشہور بادشاہ عالمگیر نے ایک بار دکن پر چڑھائی کی دکن میں ایک مقام ہے جس کا نام ہے "گول کنڈہ"۔ اس مقام کو اس نے فوج سے گھیر لیا۔ کئی روز گذر گئے اور وہ محاصرہ کئے رہا۔ گول کنڈہ کے قلعے میں ایک توپچی بڑا استاد تھا۔ اس کا گولا کبھی خطا نہ کرتا تھا اس نے دیکھا کہ اورنگ زیب ہاتھی پر سوار مورچوں کو دیکھتا پھرتا ہے۔ اس وقت اورنگ زیب شاہزادہ تھا اور اس کا باپ شاہ جہاں ہندوستان کا بادشاہ۔ توپچی نے اپنے ملک کے بادشاہ سے کہا "حضور اجازت دیں تو دہلی کے شاہزادے کو اسی توپ کے گولے سے اڑا دوں" اور یہ کہہ کر توپ کا منہ عالمگیر کی طرف پھیر دیا۔ گول کنڈہ کا بادشاہ بڑا شریف اور نیک دل تھا۔ اس نے فوراً توپچی کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا "ہائیں! یہ کیا کرتے ہو؟ شاہزادوں کی قدر و عزت کرنی چاہیئے۔ ان کی جان بہت قیمتی ہوتی ہے" غرض توپچی نے عالمگیر کو تو چھوڑ دیا مگر اس کے سپہ سالار کو اڑا دیا جو فوج سے ذرا آگے نکل آیا تھا۔ عالمگیر ایک حملے کی تیاری کر رہا تھا: مگر اس حادثے سے حملہ

روک دینا پڑا۔ سردار کی موت سے فوج میں بھگدڑ مچ گئی اور یوں توپچی نے اپنے ملک کو بچالیا۔ مگر تم نے دکن کے بادشاہ کی ہمت اور شرافت دیکھی! سچ یہ ہے کہ شریف آدمی ہمیشہ شریف آدمی کی قدر کرتا ہے! ورنگ زیب اگرچہ اس کا دشمن تھا۔ مگر اس کی جان لینا گوارا نہ ہوا۔ سبحان اللہ مسلمان بادشاہوں میں کیا کیا خوبیاں تھیں۔

(مضامین عالمگیر)

۱۲۔ حضرت عمرؓ اور ایک لڑکی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنے زمانۂ خلافت میں یہ حال تھا کہ آپ راتوں کو رعایا کی خبر گیری کے لئے گشت فرمایا کرتے تھے حسب معمول چلتے چلتے ایک رات آپ ذرا سستانے کے لئے ایک مکان کی دیوار سے لگ کر بیٹھ رہے آپ کے ساتھ آپ کے رفیق غلام حضرت سالم بھی تھے رات نہایت تاریک تھی۔ ہر طرف خوب اندھیرا اور سناٹا چھایا ہوا تھا اتنے میں مکان کے اندر سے ایک آواز آئی۔ کسی عورت نے اپنی بیٹی سے کہا

"بیٹی "اٹھو اس دودھ میں تھوڑا پانی ملا دو"

بیٹی نے کہا "امیر المومنین نے جو حکم جاری کیا ہے کیا آپ کو اس کی خبر نہیں"

ماں "بیٹی امیر المومنین کا کیا حکم ہوا ہے، مجھے نہیں معلوم"

بیٹی "امیر المومنین نے ڈھنڈورا پٹوا دیا ہے کہ کوئی دودھ میں پانی نہ ملائے"

ماں "بیٹی، اٹھو بھی یہاں کوئی دیکھنے تھوڑی آتا ہے"

بیٹی "یہ کیا کہ سامنے تو ہم ان کا کہا مانیں اور پیٹھ پیچھے ان کے حکم کا خیال نہ رکھیں۔ وہ نہ دیکھتے ہوں مگر خدا تو دیکھتا ہے"

حضرت امیرالمومنین دیوار سے ٹکے ہوئے یہ سب باتیں سن رہے تھے۔ آپ نے حضرت سالم سے فرمایا "سالم اس گھر کو پہچان لو" پھر اٹھ کر گشت کے لئے روانہ ہو گئے۔

جب صبح ہوئی تو فرمایا کہ "سالم اسی گھر پر جاؤ اور معلوم کرو کہ یہ دونوں کون ہیں۔ لڑکی کا شوہر بھی ہے یا نہیں"

حضرت سالم پہنچے۔ معلوم ہوا کہ لڑکی بیوہ ہے اور ضعیفہ اس کی ماں ہے، مردوں میں ان کا کوئی نہیں ہے۔ سالمؓ نے آکر حضرت عمرؓ کو خبر دی۔ حضرت نے اپنے صاحب زادوں کو بلایا اور دریافت کیا "تم میں کوئی شادی کرنا چاہتا ہے"

بڑے صاحب زادے حضرت عبداللہ نے فرمایا "میری بیوی موجود ہے" دوسرے صاحب زادے حضرت عبدالرحمٰنؓ نے فرمایا "میری بھی بیوی موجود ہے"، تیسرے صاحب زادے حضرت عاصم نے فرمایا "میری بیوی نہیں ہے"

حضرت عمرؓ نے اپنی جانب سے لڑکی کا پیام دیا۔ حضرت عاصم نے

منظور فرمایا آپ نے ماں بیٹی دونوں کو بلا کر لڑکی سے اپنے بیٹے کا نکاح کر دیا۔ اور یہ ایماندار لڑکی خلیفہ کی بہو ہو کر گھر میں آگئی۔ یہ لڑکی بڑی خوش نصیب ثابت ہوئی اور اس نے اپنی ایمان داری کا بہت اچھا پھل پایا اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جو حضرت خلیفہ عمر بن عبد العزیز کی ماں تھی اور یہ ایک زبردست بادشاہِ اسلام کی ماں (نانی) اور ایک زبردست بادشاہ کی بہو ہوئی۔

سچ ہے ایمان داری بڑی دولت اور خوش نصیبی کی کنجی ہے۔ ایمان کا پھل ضرور آدمی کو مل کر رہتا ہے۔

۱۳- دشمنوں کے ساتھ اچھا سلوک

عالمگیر اور سکندر خاں

پیارے بچو! بہادری اور دلاوری صرف تلوار بازی کا نام نہیں ہے اور نہ دشمن کے مار ڈالنے کا۔ بلکہ بڑی بہادری اور شرافت یہ ہے کہ آدمی اپنے دشمن پر قابو پاکر اس کی برائیوں کا بدلا نہ لے بلکہ مہربانی سے پیش آئے اور معاف کردے اور اس کے دل پر اپنے عمدہ اخلاق سے قبضہ کرے۔ تمھیں ہم عالم گیر بادشاہ کا ایک سچا قصہ سناتے ہیں عالمگیر ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں میں زبردست بادشاہ ہوا ہے۔ مگر یہ بڑا رحم دل تھا اور دشمنوں سے اچھا سلوک کرتا تھا۔

دکن میں ایک مشہور شہر بیجا پور ہے۔ یہاں کا حاکم سکندر، تموری سلطنت سے دشمنی رکھتا تھا۔ اور یہ عداوت خاندانی تھی۔ یعنی باپ دادا سے ہوتی چلی آئی تھی۔ اگرچہ اپنی کمزوری کی وجہ سے

خود تیموری[1] حکومت کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا اور نہ اس سے لڑ سکتا تھا۔ مگر اس نے سیواجی کے بیٹے سمبھا کو ملا کر عالمگیر سے لڑنے پر اسے آمادہ کیا اور خود اس کو ہر طرح مدد دینے لگا۔ عالمگیر کو معلوم ہوا تو اس نے سکندر کو لکھا، اسے بہت سمجھایا کہ ایسا نہ کرے اور ڈرایا دھمکایا۔ لیکن سکندر اپنی حرکتوں سے باز نہ آیا، آخر مجبور ہو کر عالمگیر نے بیجاپور کو فتح کر کے اپنے ملک میں شامل کر لیا۔

سکندر جب گرفتار ہو کر آیا تو عالمگیر نے نہایت عزت کا برتاؤ کیا اور اسے سزا نہیں دی بلکہ سکندر خاں کا خطاب دے کر خلعت خاص عطا کیا اور ایک تلوار عنایت کی جس کے پرتلے پر سچے موتی ٹکے ہوئے تھے پھول کٹارہ اور ایک سچے موتیوں کا ہار بھی بخشا جس میں زمرد کا آویزہ تھا ایک جڑاؤ کلغی اور ایک جڑاؤ گنگا جمنی عصا عطا فرمایا اور حکم دیا کہ سکندر خاں کا خیمہ ہمارے شاہی خیمے کے برابر لگایا جائے اور ان کی تمام ضرورت کی چیزوں کے لئے بادشاہی خزانے سے بندوبست کیا جائے۔

یہ تھے ایک مسلمان بادشاہ کے سلوک اپنے بہادر دشمن کے

---

[1] تیموری سلطنت ہندوستان میں مشہور مسلمانوں کی حکومت ہے جس میں اکبر، جہانگیر شاہجہاں، عالمگیر بہت مشہور بادشاہ ہوئے ہیں۔

ساتھ جس نے ہمیشہ بادشاہ کو نقصان پہنچایا اور اس کے خلاف دشمنوں کو مدد دیتا رہا۔

بچو! جہاں تک ہو سکے دشمن اور دوست سب کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اور غصے میں آ کر بدلہ لینے کا خیال دل میں ہرگز نہ لاؤ۔ بلکہ دشمن قبضے میں آ جائے تو اور زیادہ سلوک کر کے احسان سے اپنا دوست بناؤ۔

۱۴۔ سلطان محمود اور ایک بڑھیا

مسلمانوں نے اپنی بہادری اور ہمت سے اتنے ملک فتح کئے تھے کہ ان کا انتظام دشوار ہو گیا تھا۔ ایک بار ڈاکوؤں نے سوداگروں کے ایک قافلے کو لوٹ لیا۔ ایک نوجوان سوداگر کی بوڑھی ماں بہت دور چل کر محمود کے دربار میں پہنچی اور سلطان کے سامنے حاضر ہو کر فریاد کی۔ محمود نے کہا " اے نیک بی بی میں اتنے دور و دراز ملک کا کیا انتظام کر سکتا ہوں جہاں ڈاکوؤں نے حملہ کیا ہے۔ وہ جگہ غزنی سے سینکڑوں میل کے فاصلے پر ہے۔ اتنی دور پر میں نہ ڈاکوؤں کو گرفتار کر سکتا ہوں نہ راستوں کی حفاظت "۔

بڑھیا نے جواب دیا " پھر آپ ایسے ملک ہی کیوں فتح کرتے ہیں جن کا انتظام آپ سے نہیں ہو سکتا۔ یاد رکھئے! قیامت کے دن آپ سے خدائے پاک ان باتوں کا جواب طلب کرے گا "۔

یہ سن کر محمود نے ذرا بھی برا نہ مانا بلکہ ضعیف بڑھیا کی سچی بات دل

میں گھر گر گئی۔ اس نے سمجھ لیا کہ سوداگر کی ماں بالکل سچ کہتی ہے۔ بیٹے کا زندہ کرنا محمود کے قدرت و اختیار سے باہر تھا اس نے بڑھیا کو تسلی و تشفی دی اور جس قدر مال ڈاکوؤں کے ہاتھ سے ضائع ہوا تھا اس کا روپیہ ضعیفہ کو دلوا دیا اور افسر مقرر کر کے بھیجے کہ ملک کا بخوبی انتظام کریں۔

سچ بات پر بگڑنا عقل مندی نہیں ہے بلکہ سچ کو ماننا اور ٹھنڈے دل سے سننا اور عمل کرنا چاہیئے۔

۱۵۔ بھائی کے ساتھ سلوک

حضرت قیس بن سعد صحابی ایک بار بیمار ہوئے۔ سب لوگ انھیں دیکھنے آئے، مگر ان کے بھائی نہ آسکے۔ آپ نے لوگوں سے پوچھا "آخر کیا بات ہے ہمارا بھائی ہمیں دیکھنے اور پوچھنے کیوں نہ آیا" کسی نے بتایا کہ وہ آپ کے قرض دار ہیں، اور قرض ادا ہونے کی ہنوز کوئی صورت نہیں۔ اس وجہ سے آپ کے سامنے آتے ہوئے شرماتے ہیں۔

یہ سن کر حضرت قیس کو رنج ہوا اور کہا "غارت ہو وہ مال جو بھائی کو بھائی سے نہ ملنے دے" اور فرمایا کہ اسی وقت سب کو خبر کردو کہ جس پر قیس کا قرض ہے اس نے معاف کیا۔ یہ مشہور ہونا تھا کہ ان کے بھائی اور بہت سے لوگ اس کثرت سے عیادت کو آئے کہ بیٹھنے کو جگہ نہ رہی۔

15-5-41

۱۶- ایک غلام کی نمک حلالی

نویں صدی ہجری کا ذکر ہے کہ صنعا ملک یمن کا حاکم سخت بیمار ہو گیا۔ زندگی کی کوئی امید نہ تھی۔ مرنے سے پہلے اس نے ایک بے ماں باپ کے بچے کو جس کی عمر صرف پانچ سال کی تھی اپنے داماد کے سپرد کیا اور ہدایت کی کہ تم اسے بہت اچھی طرح رکھنا۔ اسی زمانے میں ایک بزرگ احمد بن محمد نامی شریف مکہ کی اولاد میں سے تھے، بہت نیک بخت اور بزرگ آدمی تھے۔ حاکم یمن کے داماد نے اپنے مرنے والے سسر کی وہ امانت ان بزرگ کے حوالے کر دی کہ آپ اپنی نگرانی میں بچے کی پرورش کریں۔

حاکم یمن کی نگاہوں میں ان بزرگ کی بڑی عزت تھی۔ وہ ان کو بہت مانتا تھا۔ مگر ایک بدباطن سالم نامی نے ان کی برائیاں اس قدر کیں کہ داماد کو ان کی طرف سے پورے طور پر بدگمان کر دیا۔ اس نمک حرام لئیم نے حاکم کے اشارے سے اپنے پرورش کرنے والے بزرگ کو قتل کر دیا۔ بدباطن سالم کو ان بزرگ کے قتل پر بھی چین نہ آیا۔ اب اس نے حاکم یمن کو یہ رائے دی کہ

احمد کے بیٹے کو بھی زندہ چھوڑنا مناسب نہیں۔

ان بزرگ احمد کا ایک حبشی غلام اتفاق سے وہاں موجود تھا جس کا نام قنبر تھا۔ اس نے پردے کی آڑ سے یہ سب باتیں سن لیں۔ قنبر بڑا نیک دل نمک حلال اور اپنے آقا کا جان نثار غلام تھا۔ اسے یہ سن کر تاب ضبط نہ رہی۔ فوراً اپنے ایک سچے دوست ریحان کو اپنا رازدار بنایا اور اس سے کہا "جس طرح ہو سکے تم احمد مرحوم کے بیٹے محمد کو یہاں سے لے کر بغداد چلے جاؤ اور اس معصوم بے گناہ کی جان بچاؤ۔ میں بھی ابھی آتا ہوں۔" ریحان بھی شریف اور نیک دل حبشی تھا۔ اس نیک کام میں اس نے اپنے دوست کا ہاتھ بٹایا اور احمد مرحوم کے بیٹے کو لے کر چل دیا۔ سالم کو معلوم ہوا تو وہ بھی محمد کے گرفتار کرنے کو چلا اور چاہا کہ راستے میں پکڑ کر اس کا کام تمام کر دے۔ نمک حلال قنبر بھی اپنے آقا کا بدلا لینے کی تاک میں تھا۔ راستے میں ایک جگہ موقع پا کر اپنے آقا کا بدلا لے لیا اور سالم کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا۔ لیکن دشمنوں نے اسے بھی گھیر لیا اور گرفتار کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ مگر ریحان اپنا کام کر چکا تھا محمد بن احمد کی جان بچ گئی یہی محمد میسور کے نامور اور بہادر بادشاہ حیدر علی کا دادا تھا۔

۱۷۔ خلیفہ ہشام اور ایک عیسائی

ہشام ابن عبد الملک مسلمانوں کے ایک مشہور بادشاہ اور خلیفہ گذرے ہیں۔ ان کی بادشاہی کے زمانے میں ایک عیسائی نے عدالت میں ان پر جائداد کا ایک مقدمہ چلا دیا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز جج یا قاضی تھے جو بعد کو خود بھی مسلمانوں کے نہایت نیک دل اور بے نظیر خلیفہ ہوئے۔ غرض جج نے خلیفہ کو بھی عدالت میں طلب کیا کیوں کہ وہ بھی مقدمے کے ایک فریق تھے۔ جب خلیفہ عدالت میں آئے تو ان کی کوئی تعظیم نہ کی۔ بلکہ جج نے حاکمانہ انداز سے کہا "جاؤ مدعی کے برابر جا کر کھڑے ہو اور جواب دہی کرو"۔ بادشاہ سلامت نے ایک درخواست پیش کی کہ میں ایک وکیل مقرر کر لوں جو میری جانب سے عدالت میں جواب دہی کرے جج صاحب نے اُسے بھی منظور نہ کیا اور کہا کہ تم خود سامنے کھڑے ہو کر جواب دو اور جب مدعی نے کوئی وکیل نہیں کیا تو تم کو بھی کوئی حق نہیں ہے۔ خلیفہ کو کسی قدر ناگوار ہوا کہ مسلمانوں کا اتنا بڑا خلیفہ ایک عیسائی کے برابر کھڑا کیا جاتا ہے۔

غصے میں انہوں نے سخت کلامی سے جواب دئے۔ جج صاحب نے بڑے زور سے ڈانٹا اور کہا "دوبارہ ایسی حرکت نہ کرنا۔ ورنہ سزا دئے بغیر نہ چھوڑوں گا"

بادشاہ سلامت خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد مقدمے کی کارروائی شروع ہو گئی۔ مدعی کا دعویٰ ٹھیک ثابت ہوا۔ اسلام کے منصف مزاج جج نے اس کے حق میں فیصلہ صادر کر دیا۔ اور بادشاہ سلامت سے اس کا حق دلوایا۔

سبحان اللہ یہ تھا ایک مسلمان قاضی کا انصاف اور بادشاہ اسلام کی حق پرستی۔ اسلام نے امیر و غریب مسلم و غیر مسلم سب کے ساتھ انصاف اور مساوات کی تعلیم دی ہے۔

15-5-41

۱۰۔ مسافروں کے ساتھ ہمدردی

مسلمانوں کا نامور بادشاہ سلطان صلاح الدین جس طرح ایک بہادر اور بڑا لڑنے والا بادشاہ تھا، اسی طرح بڑا رحم دل اور غریبوں ضرورت مندوں کا ہمدرد بھی تھا۔ وہ غریبوں اور مسافروں کے آرام و آسائش کا بہت خیال رکھتا تھا۔ اس نے شہر اسکندریہ میں بہت سے مدرسے، مسافر خانے اور حمام تیار کرائے تھے۔ تاکہ غریب رعایا کو آرام ملے۔ اس کے علاوہ ہر مسافر کے لئے مرحوم نے دو روٹیاں مقرر فرمائی تھیں۔ اور بانٹنے کے لئے ہر روز ایک نیا آدمی مقرر ہوتا تھا۔ مسافروں کی تعداد کے لحاظ سے ہر روز دو ہزار اور کبھی اس سے بھی زیادہ روٹیاں بٹ جاتی تھیں۔ یہ مصارف محکمۂ اوقاف سے تعلق رکھتے تھے۔ زکوٰۃ کی مد سے جو کچھ دیا جاتا تھا۔ وہ اس کے علاوہ تھا شہر کے رہنے والے بڑے آرام اور فراغت سے زندگی بسر کرتے تھے، کسی کو کوئی شکایت اور تکلیف نہ تھی۔

ایک بار کسی نالائق نے سلطان کی خدمت میں عرض کی کہ اکثر لوگ بے ضرورت محض کاہلی کی وجہ سے روٹیاں لے لیتے ہیں کہ محنت مزدوری اور نوکری نہ کرنا پڑے۔ بادشاہ کو بھی خیال ہوا کہ بات تو ٹھیک ہے اور یہ تقسیم بند کر دی۔

اتفاق کہ ایک روز سلطان شہر سے باہر گئے، راستے میں مسافروں کی ایک جماعت سے سامنا ہو گیا جو طرابلس کے جنگل کی راہ سے آرہے تھے اور بھوک پیاس کے مارے ان کی صورتیں بدل گئی تھیں۔ حالت نہایت خراب ہو رہی تھی۔ بادشاہ نے ان کا حال اور مقصد سفر دریافت کیا معلوم ہوا کہ حج کو جا رہے ہیں اور جنگل کی بہت سختیاں اور تکلیفیں جھیل کر یہاں تک پہنچے ہیں۔ یہ سن کر سلطان صلاح الدین کے دل پر بہت اثر ہوا اور اسی وقت یہ خیال آیا کہ جب یہ لوگ ایسی مصیبتیں اٹھا کر یہاں تک آتے ہیں اور ایسے نیک کام کو جا رہے ہیں تو ان کا وظیفہ مہمانی بند کرنا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ گو ہر شخص کے پاس اس کے وزن کے برابر سونا چاندی ہی کیوں نہ ہو اور جس شخص نے یہ مشورہ دیا ہے کہ مسافروں کا روزینہ بند کر دیا جائے وہ ہرگز ہمارا خیر خواہ نہیں ہے۔ چنانچہ بادشاہ نے پھر وہ روزینہ بحال کر دیا۔ یہ دو روٹیاں اتنی بڑی ہوتی تھیں کہ ایک مسافر کے لئے دو وقت کو کافی ہو جاتی تھیں۔

سلطان صلاح الدین عدل وانصاف اور بہادری میں مشہور ہے۔ فیاضی اور رحم دلی بھی اتنی کرتا تھا کہ دنیا اس کی سخاوت سے فائدہ اٹھاتی تھی، برسوں وہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں سے لڑا ہے۔ اور مسلمانوں کو تباہی و بربادی سے بچانا سلطان صلاح الدین ہی کا کام تھا۔ اس کی ان ہی نیکیوں کی بدولت اس کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔

۱۹۔ ناصر الدین شاہ کی خوش اخلاقی

دہلی کا بادشاہ ناصر الدین نیک دل اور خوش اخلاق بادشاہ تھا اور بڑا خوش نویس بھی تھا۔ اس کی نیکی کا یہ حال تھا کہ قرآن شریف لکھتا اور اس کی آمدنی سے اپنا اور اپنی بیوی کا پیٹ پالتا۔ کیوں کہ وہ حلال روزی کمانا چاہتا تھا۔ کبھی اس نے سلطنت کا ایک پیسہ بھی اپنے اوپر صرف نہ کیا۔ ساتھ ہی یہ خیال بھی اسے رہتا تھا کہ میری وجہ سے کسی کا دل نہ دکھے۔

ایک روز ایک رئیس بادشاہ سے ملنے آیا۔ بادشاہ نے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن شریف اس کو دکھایا۔ رئیس اگرچہ لکھا پڑھا آدمی تھا مگر اس نے عقل و تہذیب کا حصہ کم پایا تھا۔ غور سے دیکھ کر کچھ غلطیاں نکالیں اور بادشاہ کو دکھائیں کہ درست فرمایئے۔ حالانکہ غلطیاں نہ تھیں بلکہ رئیس کی جہالت تھی مگر بادشاہ ناصر الدین نے بالکل برا نہ مانا بلکہ مسکرا کر رئیس کا بہت شکریہ ادا کیا اور یہ بات ظاہر کرنے کے لئے کہ وہ رئیس کی اس بیوقوفی سے رنجیدہ نہیں ہے اس نے ان لفظوں کے گرد حلقہ بنا دیا گویا بعد کو درست کرے گا

دربار میں اور بھی لوگ موجود تھے۔ اور بادشاہ کے اخلاق، تہذیب اور تحمل پر حیران تھے۔ جب وہ رئیس چلا گیا تو بادشاہ نے نشان اور حلقے مٹادئے۔ لوگوں نے پوچھا "حضور نے ایسا کیوں کیا اور اس میں کیا مصلحت تھی؟" بادشاہ نے جواب دیا "میں جانتا تھا کہ غلطی کوئی نہیں ہے مگر اپنے دوست کو شرمندہ کرنا اور اس کا دل دکھانا نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے اس کے سامنے اپنی غلطیوں کا اقرار کر کے نشان بنا دیا تھا۔ لہٰذا اب ان کو مٹادیا۔"

تمام لوگ بادشاہ کی اس نیک دلی پر حیران رہ گئے۔

تم نے دیکھا کہ ایک مسلمان بادشاہ نے ایک معمولی رئیس کا دل نہ ٹوٹنے دیا۔ اس سے بڑھ کر خوش اخلاقی اور کیا ہو سکتی ہے۔ یہی وہ خوبیاں تھیں جن کی وجہ سے آج تک ناصرالدین نیک نام ہے۔ تم کو چاہئے کہ کسی کی دل شکنی نہ ہونے دو اور بڑا خیال رکھو کہ تمہاری کسی بات سے کسی کا دل نہ دکھے۔

۲۰۔ بزرگوں کا ادب

دنیا میں ادب ضروری اور عمدہ چیز ہے۔ بزرگوں کا ادب ضرور کرنا چاہیئے دیکھو سلطان محمود کتنا بڑا بادشاہ تھا۔ مگر وہ بھی بزرگوں کا ادب کیا کرتا تھا ایک بار کا قصہ ہے کہ سلطان محمود خراسان گیا۔ وہاں ایک بڑے بزرگ شیخ ابوالحسن خرقانی رہتے تھے۔ اس کے دل میں یہ خیال آیا کہ ان سے بھی ملاقات کروں لیکن پھر سوچا کہ میں غزنی سے خراسان کے انتظام کے لئے آیا ہوں۔ دنیاوی ضرورت سے آنا اور پھر کسی بزرگ سے ملاقات کرنا جو خدا کے خاص بندے ہیں ادب کے خلاف ہے۔ اس لئے وہ خراسان سے ہندوستان چلا آیا اور حضرت ابوالحسن سے ملنے کا ارادہ ملتوی رکھا۔ ہندوستان کے سفر سے واپس ہو کر خاص طور سے آپ سے ملنے کے لئے جانے کا ارادہ کیا اور احرام باندھ کر خرقان روانہ ہوا۔ وہاں پہنچ کر حضرت کی خدمت میں اطلاع بھیجی کہ سلطان غزنی سے خرقان آیا ہے۔ آپ اگر اپنے مکان سے اٹھ کر بادشاہ کی بارگاہ تک آئیں تو

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ
خدا کی اطاعت کرو ۔ اپنے رسول کی اور جو تم میں کا سردار ہو

کا حق ادا کریں ابوالحسن خرقانی نے یہ جواب کہلا بھیجا کہ اَطِیْعُوا اللّٰہَ میں اس قدر ڈوبا ہوا ہوں کہ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ کی تعمیل نہ ہونے سے شرمندہ ہوں وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ کی جانب کیوں کر متوجہ اور مشغول ہو سکتا ہوں ۔ سلطان محمود کے دل پر یہ جواب سن کر بڑا اثر ہوا ۔ وہ رونے لگا ۔ پھر خود حاضر ہوا اور نہایت ادب و احترام سے ان بزرگ کی خدمت کی ۔

۲۱۔ ابوالعنان کی بہادری

مراکش کا مسلمان بادشاہ ابوالعنان بڑا بہادر تھا۔ ایک بار کسی بادشاہ سے لڑائی ہوئی۔ یہ بھی اپنی فوجیں لے کر دشمن سے لڑنے کو نکلا۔ اور اپنی فوج کو نہایت استقلال سے دشمن کا مقابلہ کرنے پر آمادہ کیا لیکن دوسرے بادشاہ کی فوج زیادہ تھی، ابوالعنان کا سارا لشکر بھاگ کھڑا ہوا۔ لیکن ابوالعنان بالکل بددل نہ ہوا۔ بلکہ اس نے تنہا دشمن پر حملہ کیا اور وہ بہادری دکھائی۔ کہ دشمن کو حیرت میں ڈال دیا۔ مخالف فوج پر کچھ ایسا رعب چھایا کہ سب بھاگ گئے اور ابوالعنان اکیلا فتح یاب ہوگیا، اور اس کی بہادری کا دور دور شہرہ ہوگیا۔

آدمی کو چاہیئے کہ مصیبت میں نہ گھبرائے بلکہ استقلال اور ہمت سے کام لے۔ اللہ تعالیٰ سب مشکلیں آسان کردیتا ہے۔

۲۲۔ خمارویہ کا نیک سلوک

مصر کے مشہور فرماں روا ابن طولون کا بیٹا خمارویہ اپنے باپ کی وفات کے بعد ۲۷۰ھ میں تخت پر بیٹھا۔ یہ نہایت نیک اور شریف بادشاہ تھا ایک بار جب کہ اس کی عمر صرف بیس سال کی تھی شام میں بنی عباس کے ایک خلیفہ سے لڑائی ہوئی، خمارویہ نے فتح پائی اور بہت سے آدمی قید کئے۔ ان سب کو اپنی حکومت کے امراء میں تقسیم کر دیا اور یہ حکم فرمایا کہ دیکھو یہ سب قیدی نہیں بلکہ تمہارے بھائی اور مہمان ہیں۔ تمہارے پاس رہنا چاہیں تو عزت اور خاطرداری سے رکھنا اور اپنے وطن کو جانا چاہیں تو ان کو نہ روکنا۔ بلکہ وطن تک پہنچنے کے لئے سفر کی تمام ضروریات کا میں خود انتظام کر دوں گا اور جو لوگ میرے پاس رہنا چاہیں ان کو عزت کے ساتھ رکھوں گا اس نے اپنا قول پورا کر دکھایا۔ جن لوگوں نے جانے کا ارادہ کیا ان کو

انعام اور زادِ راہ دیا گیا، اور جو وہیں رہ گئے ان کی بہت خاطر و مدارات کی۔

تم نے دیکھا کہ خمار ویہ نے اپنے دشمن قیدیوں کے ساتھ کیسا اچھا سلوک کیا۔ ایسی مثال تم کو انسانی تہذیب اور ہمدردی کا دعویٰ کرنے والوں میں بہت کم ملے گی۔

۲۳۔ یعقوب لیث کی ہمت

یعقوب لیث غزنی کی طرف بڑا بہادر اور ہمت والا سردار گذرا ہے ایک چھوٹے سے گاؤں کا رہنے والا اور بہت معمولی حیثیت کے آدمی کا بیٹا تھا۔ یہ جوان ہوا تو اس کے خاندان کے ایک بزرگ نے کہا "یعقوب یہ زمانہ انسان کے عیش کرنے کا زمانہ ہے میں چاہتا ہوں کہ کسی شریف لڑکی سے تمہاری شادی کردی جائے۔ تم مہر کے روپیہ کا انتظام کرو تاکہ میں اس فرض سے فارغ ہو جاؤں۔ اور تمہاری زندگی عیش و آرام سے گزرے۔"

یعقوب ابتدا ہی سے بلند اور اونچے خیال کا آدمی تھا۔ اس کی ہمت اور دلاوری کا یہ تقاضا تھا کہ وہ بادشاہ ہو اور معمولی آدمیوں کی طرح گھر کے دھندوں میں نہ پڑ جائے۔ اس نے جواب دیا "میں نے اپنے لئے جو دلہن تجویز کی ہے اس کا مہر وغیرہ سب تیار ہے۔"

بزرگ نے کہا "لاؤ میرے سامنے لاؤ۔ میں بھی تو دیکھوں کہ کیا مہر ہے اور یہ بھی معلوم ہو کہ وہ دلہن کون ہے۔"

یعقوب گھر میں جا کر اپنی تلوار نکال لایا اور کہنے لگا "میرے بزرگ مشرق و مغرب کے ملک وہ دلہن ہیں جن سے میں بیاہ کرنا چاہتا ہوں اور ان کا مہر یہ تیز جوہر والی تلوار ہی جو لوہے کی زرہ تک کو کاٹ کر دو ٹکڑے کر دینے والی ہے۔ پھر ایک شعر پڑھا جس کا مطلب یہ تھا کہ حکومت کی دلہن کو وہی بیاہ کر لا سکتا ہے جو پہلے تیز جوہر دار تلوار سے اس کا مہر ادا کرے۔

بوڑھا عزیز خاموش ہو رہا۔ اور یعقوب اپنی تلوار کے جوہر دکھاتا رہا۔ آخر اپنی مراد پائی اور بادشاہ ہو گیا۔ اس کی بہادری اور ہمت نے سب کام آسان کر دئے۔

یعقوب لیث کی طرح ہر شخص کو اپنی ہمت بلند اور حوصلہ وسیع رکھنا چاہئے۔ یہی ہمت آدمی کو سرخرو کرتی ہے۔ دنیا کی تاریخ پڑھو گے تو تم کو معلوم ہو گا کہ جتنے بڑے بڑے لوگ گذرے ہیں یہ اپنی دھن کے پکے اور ہمت ور تھے۔

۲۴۔ سبکتگین اور ایک ہرنی

سبکتگین سلطان محمود کا باپ ایک گاؤں کا سردار اور شریف آدمی تھا، مگر اتنا غریب کہ ایک گھوڑے کے سوا اس کے پاس کچھ نہ تھا۔ وہ اپنا زیادہ وقت سیر و شکار میں گذارتا تھا۔ ایک روز کسی جگہ ایک ہرنی اور ایک اس کا بچہ دونوں چر رہے تھے۔ سبکتگین نے گھوڑے کو ایڑ دی اور لپک کر بچے کو پکڑ لیا۔ اس کی دونوں ٹانگیں باندھیں اور گھوڑے پر لاد کر اپنے گھر کو واپس ہوا، ہرنی کو اپنے بچے کی گرفتاری کا جو صدمہ ہوا وہ اس سے ظاہر ہے کہ بچے کی مامتا میں وہ بھی پیچھے پیچھے چلی آئی۔ اور بار بار اسے دیکھتی جاتی تھی۔ سبکتگین نے جو یہ حال دیکھا تو اسے ترس آگیا۔ فوراً بچے کو چھوڑ دیا۔ وہ کلیلیں کرتا ہوا اپنی ماں کے پاس پہنچ گیا۔ ہرنی کی مسرت اور خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ وہ خوش خوش اپنے پیارے اور ننھے بچے کو لے کر چلی لیکن بار بار مڑ کر سبکتگین کو دیکھتی جاتی تھی۔ وہ گویا نظروں ہی نظروں میں شکریہ کا اظہار کر رہی تھی۔ سبکتگین کے دل پر اس واقعے نے بڑا اثر کیا۔ رات کو جب وہ سویا تو اس نے حضرت

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں: "سبکتگین تم نے ہرنی پر رحم کیا۔ تمہاری یہ رحم دلی خدا کو پسند آئی اور تمہارا نام بادشاہوں کی فہرست میں لکھ لیا گیا۔ تم ایک دن بادشاہ ہو جاؤ گے۔ اور جب تمہیں بادشاہی مل جائے تو اپنی رعایا کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کرنا۔ بادشاہ کے لئے رحم دلی بڑی چیز ہے۔"

اس خواب کے بعد سبکتگین ترقی کرنے لگا۔ اور اس کی طاقت یہاں تک بڑھ گئی کہ افغانستان کی شاہزادی سے اس کی شادی ہو گئی اور پھر آگے چل کر ان ملکوں کا بادشاہ ہو گیا اور اس نے اپنی رحم دلی کا نتیجہ پا لیا۔

یاد رکھو نیکی اور رحم دلی کبھی برباد نہیں جاتی۔ ضرور اس کا پھل مل جاتا ہے جہاں تک ہو سکے انسان اور جانور سب کے ساتھ رحم اور نرمی کا برتاؤ کرنا چاہئے۔

۲۵۔ سلطان شہاب الدین غوری اور غیرت وحمیت

سلطان شہاب الدین غوری نے پہلی بار ۱۱۹۱ء میں ہندوستان پر حملہ کیا۔ لیکن یہاں کے تمام راجاؤں نے مل کر اس کا مقابلہ کیا۔ اور اس کو شکست دی۔ وہ خود بھی زخمی ہوا۔ اس کے بہت سے سپاہی مارے گئے اور جو زندہ بچے وہ بھاگ گئے۔ آخر شہاب الدین کو واپس ہونا پڑا۔ شہاب الدین بڑا غیرت مند اور باحمیت بادشاہ تھا۔ اس کو بہت ملال ہوا مگر ہمت نہ ہاری بھاگنے کی سزا میں اپنے سرداروں کے منہ پر توبڑے بندھوائے اور گھوڑوں کی طرح دانہ کھانے پر مجبور کیا۔ سرداروں کو بہت شرم آئی اور اس سزا پر بہت نادم ہوئے دوسری بار پھر سلطان شہاب الدین نے فوجیں لیکر ہندوستان پر چڑھائی کی۔ بہت سخت لڑائی ہوئی۔ سردار طے کر چکے تھے کہ جانیں دے دیں گے مگر بھاگ کر نہ جائیں گے۔ آخر یہی ہوا۔ ان کے جوش اور غیرت کے آگے راجپوت نہ ٹھیر سکے۔ ان کے بڑے بڑے بہادر مارے گئے اور شکست کھائی اور غیرت مند افغانی سرداروں نے اپنے بادشاہ کی لاج رکھ لی۔ اور جو داغ ان کے دامن پر لگ چکا تھا اسے دھو دیا۔

۲۶۔ ابراہیم عادل شاہ اور قدرِ کمال

دکن کا بادشاہ ابراہیم عادل اپنی خوبیوں کی وجہ سے بہت نیک نام اور مشہور ہے۔ اہل کمال کی بڑی قدر کرتا تھا۔

ایک بار میر خلیل اللہ نامی خوش نویس جو عراقِ عجم کے سادات میں سے تھے عادل شاہ کے زمانے میں دکن آئے۔ اور شہر بیجاپور میں قیام کیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں ان کے کمال کا تمام ملک میں شہرہ ہو گیا۔ اور ان کی استادی کے ڈنکے بجنے لگے بادشاہ نے بھی بہت قدر افزائی کی اور یہ مرتبہ بڑھایا کہ ایک بار بادشاہ ایران کے حضور میں سفیر بھیجنے کی ضرورت ہوئی تو یہ بھیجے گئے اور جس وقت اپنی کتاب "نورس" نہایت خوش خط لکھ کر پیش کی تو بادشاہ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اور میر خلیل کو "بادشاہ قلم" کا خطاب عطا فرمایا۔ اور ان کو اپنے برابر شاہی تخت پر بٹھایا اس سے بڑھ کر کسی صاحب کمال کی کیا قدر ہو سکتی ہے۔ اس کا دربار والوں پر بڑا اثر ہوا۔ میر خلیل جس وقت اپنے گھر روانہ ہوئے تو تمام وزیر اور بڑے بڑے لوگ نہایت عزت سے گھر تک پہنچانے گئے۔ افسوس اب یہ قدر دانی ہمارے ملک سے رخصت ہو گئی۔

19-5-41

۲۷۔ مامون اور یحییٰ ابن اکثم

یحییٰ بن اکثم اپنے زمانے کے بڑے فاضل تھے وہ کہتے ہیں کہ میں ایک بار خلیفہ مامون کے شاہی محل میں سویا۔ خلیفہ مامون بھی وہیں سوئے۔ تھوڑی رات رہے خلیفہ کو پیاس لگی وہ اٹھے مگر غلام کو نہ پکارا کہ کہیں میں جاگ نہ اٹھوں اور خود آہستہ آہستہ قدم رکھتے ہوئے پانی کے پاس گئے اور اسی طرح دھیرے دھیرے واپس آئے کہ آہٹ نہ ہو۔ پھر اپنے بستر پر آکر چپکے سے لیٹ رہے۔ اتفاق سے انھیں کھانسی آئی تو میں نے دیکھا کہ کرتے کی آستین منہ میں ٹھونسے لیتے ہیں آخر بڑی مشکل سے کھانسی کو روکا۔ تھوڑی دیر بعد صبح ہو گئی۔ خلیفہ چاہتے تھے کہ اٹھیں مگر میرے خیال سے چپکے پڑے رہے۔ نماز صبح کا وقت جب تنگ ہونے لگا تو میں نے حرکت کی، تب حضرت خلیفہ نے تکبیر کہی۔ اور غلام کو آواز دے کر کہا "ابو محمد یحییٰ کو اٹھا دو"۔

یحییٰ جاگ رہے تھے۔ اور یہ سب باتیں دیکھ ہی رہے تھے وہ فوراً ہی اٹھ بیٹھے۔ اور کہنے لگے "یا امیر المومنین، آپ نے جو کچھ اخلاق فرمایا سب میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ یہی خوبیاں تو ہیں جن کی وجہ سے خدا نے آپ کو ہمارا سردار اور ہمیں آپ کی رعایا بنایا۔ سبحان اللہ"۔

۲۰۔ شاہ ناصر الدین اور اسکی بیگم

اپنا کام آپ کرو

اپنا کام آپ کرنا نہایت عمدہ بات ہے۔ اس سے انسان میں کاہلی پیدا نہیں ہوتی۔ ضرورت کے وقت آدمی کسی کا محتاج نہیں رہتا اکثر بڑے بڑے بادشاہ اور بیگمیں اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرتی تھیں۔ شاہ ناصر الدین کی بیگم کا نام سلمہ تھا۔ اس نیک دل بادشاہ کی یہی ایک بیگم تھی۔ یہ بادشاہ کی پھوپی کی بیٹی تھی۔ اور اپنے شوہر کے ساتھ کئی سال نظر بند رہ چکی تھی۔ اس بیگم کے پاس کھانا پکانے کپڑا سینے کے لئے کوئی خادمہ نہ تھی۔ غرض یہ سارا کام آپ ہی کرتی تھی اور گھر کا سارا انتظام اسی کے ہاتھ میں تھا۔ ایک روز روٹی پکاتے میں بیگم کا ہاتھ جل گیا مجبور ہو کر دبی زبان میں بادشاہ سے کہا "میری امداد کے لئے کم از کم ایک خادمہ رکھنے کی اجازت دیجیے"۔ ناصر الدین شاہ نے صاف انکار کر دیا۔ اور کہا "بیگم تم جانتی ہو کہ میں کتابیں لکھ لکھ کر فروخت کرتا ہوں اور اس آمدنی سے اپنا اور تمہارا پیٹ پالتا ہوں۔ میری آمدنی اتنی نہیں ہے

کہ فراغت کے ساتھ ہم تم دونوں کے کھانے کے لئے کافی ہو۔ پھر بھلا خادمہ یا لونڈی کہاں سے رکھ سکتا ہوں۔ گو میں بادشاہ ہوں مگر میری حیثیت ایک غریب آدمی سے زیادہ نہیں ہے۔ سلطنت کے روپے کو میں ہاتھ نہیں لگا سکتا اس میں میرا کوئی حق نہیں بلکہ یہ رعایا کی بہبودی میں صرف ہونا چاہیئے۔ اگر آج میں اس میں سے لوں تو کل خدا کے یہاں کیا جواب دوں گا ایک غریب آدمی کی بیوی کو خادمہ کی کیا ضرورت؟ میری طرح تم بھی محنت کرو اور اپنا کام آپ انجام دو۔ خدا تمہیں اس کا اجر دے گا۔"

بیگم بھی اپنے شوہر کی طرح نہایت نیک اور شریف ملکہ تھی اُس نے اِس بات کو مان لیا۔ اور پھر اس روز سے کبھی بادشاہ سے ماما کے لئے نہ کہا سبحان اللہ نیک بندے ایسے ہوتے ہیں۔

۲۹- ہارون رشید کی علمی قدردانی

خلیفہ ہارون رشید مسلمانوں کا بڑا اچھا بادشاہ تھا۔ اس کی خوبیوں کا آج تک دنیا میں شہرہ ہے۔ یہ علم اور عالموں کی بڑی خاطر تواضع کیا کرتا تھا۔ اس کے زمانے میں ایک نابینا عالم ابو معاویہ تھے جو دربار میں آیا کرتے تھے ایک بار۔ ان کو رشید کے ساتھ کھانا کھانے کا اتفاق ہوا اور کھانے کے لئے خود خلیفہ نے ان کے ہاتھ دھلوائے۔ مگر یہ نہ سمجھے کہ ہاتھ دھلوانے والا کون تھا۔

ہاتھ دھلانے کے بعد حضرت خلیفہ نے ان سے کہا: "ابو معاویہ آپ کو معلوم ہوا کہ آپ کے ہاتھ کس نے دھلائے ہیں"

ابو معاویہ نے کہا: "نہیں اے امیر المومنین"

ہارون رشید نے فرمایا: "یہ عزت خود میں نے حاصل کی ہے"

ابو معاویہ کو اس قدردانی پر بڑی حیرت ہوئی۔ وہ کہنے لگے "امیر المومنین کیا یہ کام آپ نے محض علم کی بزرگی اور قدر کی وجہ سے کیا؟"

رشید نے فرمایا: "جی ہاں"۔

ابو معاویہ نے یہ قصہ اپنے دوستوں اور شاگردوں سے بیان کیا اور رشید کے اخلاق اور علمی قدردانی کا شہرہ ہو گیا۔

یہی وہ باتیں تھیں جن کی بدولت ہارون رشید کے زمانے میں مسلمانوں نے بہت علمی ترقیاں کیں۔

۳۰۔ اسلامی ایثار کا بہترین نمونہ

حضرت حذیفہ ایک بزرگ صحابی تھے، وہ بیان کرتے ہیں کہ یرموک کی لڑائی کے دن میں زخمیوں میں اپنے چچازاد بھائی کو تلاش کر رہا تھا میرے پاس تھوڑا سا پانی تھا۔ میں اپنے دل میں خیال کرتا جاتا تھا کہ بھائی میں ذرا سی سانس بھی باقی ہوگی تو میں یہ پانی اسے پلا دوں گا۔ اور اس کا چہرہ دھو دوں گا۔ ایک جگہ میں نے اسے پایا اور اشارے سے پوچھا۔ "پانی پلا دُوں"۔ زخمی اور جاں بلب بھائی نے کہا "ہاں" اتنے میں ایک اور مسلمان بھائی نے جو قریب ہی پڑا سسک رہا تھا کہا "آہ" میرے چچازاد بھائی نے کہا "پہلے پانی اس کے پاس لے جاؤ" میں اس کے پاس پانی لے کر پہنچا یہ ہشام بن عاص تھے ابھی ان کو پلانے نہ پایا تھا کہ پاس ہی سے ایک اور زخمی نے کہا "آہ" ہشام نے اشارے سے کہا "پہلے ان کو جا کر پلاؤ" میں اس کے قریب پہونچا تو وہ مر چکا تھا۔ پھر پلٹ کر

ہشام کے پاس آیا تو وہ بھی جان دے چکے تھے۔ پھر جلد اپنے بھائی کے قریب آیا مگر دیکھا تو ان کا بھی خاتمہ ہو چکا تھا۔ اس طرح تینوں زخمیوں نے جان دے دی مگر اپنے دوسرے جاں بلب بھائی سے پہلے پانی پینا گوارا نہ کیا۔ اللہ اکبر اسی کا نام سچا ایثار اور قربانی ہے اور ہمارا مذہب سب کو یہی تعلیم دیتا ہے۔

۳۱- ایک وفادار خادمہ

ایک شریف خاتون ہندوستان سے حج کرنے کیلئے مکہ گئیں اور وہیں رہنے لگیں، یہ کسی ڈپٹی کلکٹر یا تحصیلدار کی بیوی تھیں اور بہت ضعیف ہو گئی تھیں ان کے ساتھ ایک خادمہ بھی تھی خدا جانے کیا مصیبت پیش آئی کہ تھوڑے ہی دن میں ان کا سارا روپیہ پیسہ خرچ ہو گیا اور یہ بالکل مفلس ہو گئیں۔ کام کچھ بنتا نہ تھا، ان کے ساتھ جو ماما تھی اسے انھوں نے بچپن سے پالا تھا۔ اس نے عجیب وفاداری سے کام کیا اُن کے کھانے اور کپڑے کی ذمہ دار بن گئی۔ اور زندگی بھر ان کی خدمت کرتی رہی یہ نیک خادمہ دن بھر محنت مزدوری یا کسی کی نوکری کرتی تھی۔ رات کو اپنی بوڑھی اور قدیم آقا کے پاس رہتی۔ مزدوری جو کچھ ملتی اپنی ضعیفہ آقا کو لا کر دے دیتی تھی۔ ان کے کھانے پینے کا انتظام رکھتی، رات کو آ کر ان کا کھانا پکاتی۔ اگر کہیں سے کچھ کھانا ملتا تو وہ بھی ان کے لئے رکھتی تھی۔ اور سب کاموں سے فارغ ہو کر ان کی ہاتھ پاؤں دباتی تھی۔ غرض جو کچھ خدمت ایک محتاج انسان کی ہو سکتی ہے سب یہ کرتی تھی۔ یہ واقعہ کچھ زیادہ دنوں کا نہیں ہے۔ اس خادمہ کی وفاداری اور شرافت دیکھنے والے حیرت سے بیان کرتے ہیں۔

۲۳۔ حضرت عبداللہؓ اور چند غلام

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ ایک بار مکان میں تشریف لائے تو دیکھا کہ ایک غلام بڑے خلوص اور سچے دل سے خدا کی عبادت اور نماز میں مصروف ہے خدا کی عبادت میں غلام کا اس طرح ہاتھ باندھ کر مشغول ہونا آپ کو بہت پسند آیا۔ فوراً اللہ واسطے اسے آزاد کر دیا۔ آپ کے اور بھی کئی غلام تھے، انھوں نے سوچا۔ آزادی کی یہ تو بہت اچھی تدبیر ہے انھوں نے بھی حضرت عبداللہ کے سامنے لمبی چوڑی نمازیں شروع کر دیں۔ بڑی بڑی سورتوں کی قرأت لمبے لمبے رکوع اور سجدے کرنے لگے۔ حضرت عبداللہ خوب جانتے تھے کہ یہ خدا کے لئے نہیں بلکہ آزادی کے واسطے ہے مگر پھر بھی آپ نے ان کو آزاد کر دیا۔ اور اپنا طریقہ نہ بدلا لوگوں نے کہا حضرت یہ سب بناوٹی نمازیں اور دکھاوے کی عبادت ہے۔ محض آپ کو دکھانے اور آزادی حاصل کرنے کے لئے یہ ظاہر داریاں ہو رہی ہیں۔ آپ بے سوچے سمجھے آزاد نہ کیجئے مگر حضرت عبداللہ خدائے تعالےٰ سے سچی

محبت رکھتے تھے کہنے لگے "جو شخص چاہے ہمیں خدا کی راہ میں دھوکا دے مگر ہم تو جان بوجھ کر اس کے دھوکے میں آنے کو تیار ہیں۔" غرض اسی طرح سارے غلاموں کو آزاد کر دیا۔

خدا کے بندے ایسے ہوتے ہیں۔ نیک کام میں وضع داری کو نہیں چھوڑتے۔ اور خدا کی بندگی کرنے والے کو اپنا غلام و بندہ رکھنا پسند نہیں کرتے۔

۳۴۔ عبدالملک اور رجاء بن حیات

عبدالملک بن مروان بڑا زبردست خلیفہ تھا ایک بار کسی بات پر اسے رجاء بن حیات پر غصہ آگیا۔ خلیفہ نے قسم کھائی کہ اگر رجاء میرے قابو میں آگیا تو میں اسے زندہ نہ چھوڑوں گا اور بہت بُرا برتاؤ کروں گا۔ رجاء کو بھی خبر پہنچ گئی کہ خلیفہ بہت برہم ہے۔ رجاء بڑے عقل مند آدمی تھے۔ یہ فوراً خلیفہ کے سامنے آکر حاضر ہو گئے۔ اور کہنے لگے "اے امیرالمومنین، آپ جو چاہتے تھے اللہ تعالیٰ نے پورا کر دیا۔ اب اللہ جو چاہتا ہے اسے آپ پورا کیجئے یعنی اللہ معافی کو پسند فرماتا ہے۔"

عبدالملک کو رجاء کی یہ بات اس وقت بہت پسند آئی۔ اس نے رجاء کا قصور معاف کر دیا اور جان بچ گئی۔

سچ ہے کہ ایسی قسم جس میں کسی قسم کی جان یا مال کا نقصان ہو توڑ دینا اور قصور معاف کر دینا بڑی عمدہ بات ہے

۴۳۔ معتصم باللہ اور سلمویہ طبیب

خلیفہ معتصم باللہ کے زمانے میں سلمویہ طبیب اپنے فن کا بڑا ماہر اور بہت اچھا طبیب تھا، اگرچہ یہ مسلمان نہ تھا مگر اس کے علم اور کمال کی خلیفہ بہت عزت کرتا تھا۔

ایک بار سلمویہ بیمار ہو گیا۔ خلیفہ کو معلوم ہوا تو وہ اس کی عیادت کو اس کے گھر گیا اور اسے بہت رنج ہوا۔ طبیب سے کہا "آپ جیسا لائق ڈاکٹر اور حکیم ہمیں کہاں مل سکتا ہے۔ اور کون شاہی طبیب ہونے کی قابلیت رکھتا ہے" اسی بیماری میں سلمویہ نے انتقال کیا۔ خلیفہ کو بہت صدمہ ہوا، فرمایا کہ ہم بھی اس کے جنازے میں شریک ہوں گے کیوں کہ یہ ہمارے جسم کا محافظ تھا چنانچہ تین روز تک اس مسلمان خلیفہ نے اس عیسائی طبیب کا سوگ کیا۔ اور حکم دیا کہ اس کا جنازہ شاہی محل کے سامنے لایا جائے۔ اور جنازے کی نماز عیسوی مذہب کے طریقے پر پڑھائی جائے شمع اور خوشبوئیں جلائی جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور خلیفہ نے اپنے خاص طبیب کی خدمت کا پورا حق ادا کیا اور دنیا کو دکھا دیا کہ مسلمان بادشاہ ایسے قدردان ہوتے ہیں۔ ان کو کسی کے مذہب سے بحث نہیں ہوتی۔

25/-

۳۵۔ محمد بن مروان اور بادشاہ نوبہ

محمد بن مروان نے ایک بار خلیفہ مہدی سے بیان کیا کہ جس وقت ہمارے خاندان پر تباہی آئی تو میں نوبہ چلا گیا اور میں نے کوشش کی کہ نوبہ کا بادشاہ چند روز کے لئے مجھے اپنے یہاں رہنے کی اجازت دے دے۔ نیک دل بادشاہ نے بڑی خوشی سے میری درخواست قبول کی بلکہ خود مجھ سے ملنے کے لئے میرے مکان پر آیا۔ بادشاہ کا رنگ سیاہ اور قد دراز تھا۔ مجھے بادشاہ کے آنے کا حال معلوم ہوا تو میں بھی کمرے سے استقبال کے لئے نکل کر گیا اور کہا کہ کمرے کے اندر تشریف لے چلئے۔ مگر اس نے انکار کر دیا اور باہر زمین ہی پر بیٹھنا پسند کیا۔ میری سمجھ میں نہ آیا کہ اس تکلف کا کیا سبب ہے۔ آخر میں نے دریافت کیا۔ بادشاہ نے نہایت اخلاق سے جواب دیا "اللہ نے مجھ کو یہ ملک عطا فرمایا ہے میں میزبان ہوں اور آپ مہمان آپ کی تعظیم کرنا میرا فرض ہے اور تواضع ہی سے مجھے پیش آنا چاہیئے۔ میں نے اپنا فرض ادا کیا۔ آپ تعجب نہ کریں"۔ آخر محمد بن مروان کو خاموش ہو جانا پڑا۔ واہ کیا خاکساری تھی کہ بادشاہوں کو بھی زمین پر بیٹھنا ناگوار نہ تھا۔

۲۶۔ نظام الملک اور ایک بوڑھا فقیر

نظام الملک بڑا قابل اور فاضل وزیر تھا۔ اس کی خدمت میں بڑے بڑے عالم اور نامور لوگ آیا کرتے تھے اور نظام الملک کا یہ دستور تھا کہ ان کی تعظیم کیلئے اٹھ کر کھڑا ہو جاتا تھا اور انھیں اپنی مسند پر بٹھاتا تھا ایک بوڑھا فقیر بھی اکثر آیا کرتا اسکی عزت بھی یہ وزیر اسی طرح کرتا جسطرح اوروں کی کیا کرتا تھا کہ اس کو مسند پر اپنی جگہ بٹھاتا اور خود اس کے سامنے بیٹھ جاتا تھا۔ ایک بار نظام الملک سے لوگوں نے کہا "یہ کیا بات ہے جو آپ ایک غریب جاہل فقیر کو یہ مرتبہ دیتے ہیں"۔ نظام الملک نے جواب دیا "جتنے بڑے لوگ میرے پاس آتے ہیں سب میری جھوٹی تعریفیں کرتے ہیں اور جو خوبیاں مجھ میں نہیں وہ بھی بیان کر دیتے ہیں۔ ان باتوں سے مجھ میں خود نمائی اور غرور کی شان زیادہ ہو جاتی ہے۔ اور یہ بزرگ فقیر جب آتے ہیں تو مجھے میرے عیبوں سے آگاہ کرتے ہیں اور میری برائیاں میرے منہ پر کہہ دیتے ہیں۔ اس سے میری اصلاح ہو جاتی ہے اور مجھ میں انکسار پیدا ہو جاتا ہے اور جن برائیوں میں مبتلا ہوں ان سے نجات پاتا ہوں اس وجہ سے ان کی سب سے زیادہ عزت کرتا ہوں"۔ لوگ نظام الملک کی اس نیکی اور ایمان داری کو مان گئے۔

۳۷۔ میر فتح علی کی جاں بازی

جس وقت بالا پور (جنوبی ہند) کے حاکم درگاہ قلی خاں معزول کئے گئے ہیں۔ میر فتح علی وہاں کے قلعے دار تھے، میسور اور بدنور کے راجاؤں نے چاہا کہ قلعے پر خود قبضہ کرلیں قلعے دار کو پیام دیا کہ فوراً قلعہ خالی کردو فتح خاں میسور کا بڑا جنرل اور شریف و بہادر تھا، وہ غیرت مند قلعہ دار اور اپنے آقا کا سچا نمک خوار تھا اس نے صاف انکار کردیا اور لکھ بھیجا کہ جب تک میری جان میں جان ہے، ایسا نہیں ہوسکتا، یہ نمک حلالی سے بعید ہے آخر دونوں راجاؤں نے اپنی زبردست فوج سے حملہ کردیا اور قلعہ چھین لینا چاہا لیکن جنرل میر فتح علی نے ایسی جاں بازی سے مقابلہ کیا کہ آخر دشمن کو بھگا دیا۔ اور جو کچھ سامان ہاتھ لگا وہ اپنے بڑے افسر صوبے دار سرا کی خدمت میں بھجوا دیا۔ صوبے دار بہت خوش ہوا۔ اور منصب و عہدہ بڑھا دیا اور ہر مشکل کام میں اس سے مشورہ لینے لگا۔ آخر میر فتح علی نے اپنی جاں بازی اور قابلیت سے اس قدر ترقی کی کہ خود صوبہ دار ہوگیا۔ انسان کو اپنی جاں بازی اور نمک حلالی کا ضرور اجر ملتا ہے اور شریف انسان کے زیور و جواہر یہی ہیں۔

۳۰- ابو عبداللہ کی بردباری

ابو عبداللہ ایک بڑے دولت مند مگر بڑے بردبار اور شریف آدمی تھے ایک دن اپنے چند دوستوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے۔ اتنے میں ایک لونڈی سالن کا پیالہ لئے ہوئے آئی اور چاہتی تھی کہ تیزی سے پیالہ اپنے آقا کے پاس پہنچا دے۔ جلدی میں پاؤں پھسلا اور پیالہ ہاتھ سے چھوٹ کر پاش پاش ہوگیا۔ سارا سالن ابو عبداللہ اور ان کے دوستوں پر گرا، لونڈی نادان تھی آقا کے تیور دیکھ کر خوف کے مارے کانپنے لگی۔ ابو عبداللہ سمجھ گئے۔ ان کو اس قدر ترس آیا کہ اسی وقت آزاد کر دیا کہ شاید یہ آزادی تیرے خوف و دہشت کو دور کر سکے۔ دوستوں پر اس واقعے کا بڑا اثر ہوا۔ اور عبداللہ کی شرافت اور بردباری نے دلوں میں گھر کر لیا۔

۳۹۔ یزید بن مہلب کی دریا دلی

یزید بن مہلب عرب کا ایک بڑا رئیس اور دریا دل امیر تھا حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ خلافت میں اس پر کوئی جرم قائم ہوا اور حضرت خلیفہ نے قید کی سزا دے دی قید کی میعاد گذرنے اور رہا ہونے کے بعد اس غیرت مند امیر نے شہر میں رہنا مناسب نہ خیال کیا اور اپنے بیٹے معاویہ کو لیکر نکل کھڑا ہوا۔ راستے میں ایک گاؤں ملا۔ دونوں باپ بیٹوں نے ایک غریب عورت کے گھر میں قیام کیا۔ عرب لوگ مہمان کی خاطر داری میں مشہور ہیں۔ اس غریب، دل والی عورت نے اپنے مہمانوں کیلئے فوراً ایک بکری ذبح کی اور گوشت بھون کر سامنے لائی۔ دونوں نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ مگر یزید کی غیرت نے یہ گوارا نہ کیا کہ بغیر کچھ دئے چلے جائیں۔ اس نے اپنے بیٹے سے پوچھا "معاویہ تمہارے پاس کچھ ہے"۔

"جی ہاں سو دینار (اشرفیاں) ہیں"

"یزید۔ سب اس غریب مہمان نواز بڑھیا کو دے دو"

معاویہ۔ ذرا تامل کر کے "ہم دونوں سفر میں ہیں اور اس رقم کے سوا ہمارے پاس کچھ نہیں ہے ممکن ہے آئندہ بھی ضرورت پیش آئے یہ عورت غریب

معلوم ہوتی ہے تھوڑا دینے پر بھی خوش ہو جائے گی پھر یہ آپ کو پہچانتی بھی نہیں ہے کہ کون رئیس ہیں۔ کوئی ندامت نہ ہو گی، آئندہ جیسا ارشاد ہو۔"

یزید ایک دریا دل آدمی تھا۔ گو اس وقت غریب تھا۔ مدتوں اس نے دولت لٹائی تھی۔ اس کا دل غنی تھا کہنے لگا۔

"بیٹا سچ کہتے ہو۔ وہ تھوڑی رقم پا کر بھی خوش ہو جائیگی۔ مگر میں زیادہ دے کر ہی خوش ہو سکتا ہوں، اور وہ مجھے نہ پہچانے مگر میں تو اپنے آپ کو نہیں بھولا ہوں۔"

معاویہ نے فوراً باپ کا حکم پورا کیا۔ سب اشرفیاں نکال کر بڑھیا کی نذر کر دیں اور دونوں نے اپنے گھر کی راہ لی۔ اللہ نے آگے چل کر مہلب کو وہی دولت و عزت عطا کی۔

۴۰۔ قیس بن سعد اور ایک اعرابی

قیس بن سعد بھی عرب کا بڑا دریا دل اور غنی سردار تھا ایک بار لوگوں نے اس سے پوچھا کہ "کیوں جناب آپ نے اپنی زندگی میں اپنے سے بڑھ کر بھی کسی کو سخی پایا؟

قیس نے کہا "جی ہاں، ایک بار ہم کو جنگل میں اترنے کا اتفاق ہوا جہاں ایک چھوٹی سی جھونپڑی پڑی ہوئی تھی، اور اس میں ایک عورت نظر آئی ہم لوگ ٹھہر گئے اس نے اونٹ ذبح کر کے ہم کو کھلایا۔ دوسرے دن جب اس کا شوہر آیا تو اس نے ذکر کیا کہ آپ کے یہاں چند مہمان آئے ہوئے ہیں۔

یہ اعرابی جھٹ ایک اونٹنی لے آیا۔ اسے ذبح کیا اور گوشت تیار کر کے کہا یہ حاضر ہے۔ میں نے کہا کل جو اونٹ حلال کیا گیا ہے اس کا گوشت کچھ باقی ہے۔ اس کی کیا ضرورت تھی۔

بدو نے کہا "ہم اپنے مہمانوں کو باسی گوشت نہیں کھلاتے" قیس کہتے ہیں ہم لوگ کئی روز اس کے یہاں رہے۔ اسی طرح وہ مہمانی کا حق ادا کرتا رہا جب ہم وہاں سے چلنے لگے تو میں نے سو دینار گھر میں رکھ دیئے اور عورت سے

کہا "ہماری طرف سے بہت کچھ عذر کر دینا۔ ہم اب جاتے ہیں زیادہ نہیں ٹھہر سکتے" یہ کہہ کر ہم چل دئے رات گذر گئی، دن نکل رہا تھا کہ ایک شخص ہمارے پیچھے چلاتا ہوا نظر آیا۔ ہم ٹھہر گئے۔ وہ یہ کہتا ہوا بڑھا چلا آ رہا تھا: "اے کمینے سوارو ٹھہر تو جاؤ" تم مجھے مہمان داری کی قیمت دیتے ہو۔ بہتر یہ ہے کہ اپنی رقم واپس لو۔ ورنہ ابھی تم سب کو اپنے نیزے سے ہلاک کر کے یہیں ڈھیر کر دوں گا" مجبور ہو کر روپیہ واپس لینا پڑا۔ تب اس نے پیچھا چھوڑا۔ اس سے بڑھ کر سخی اور دریا دل آدمی ہم نے نہیں دیکھا۔

۱۴۔ مقرب خان کی بہادری اور عالمگیر کا رحم

مقرب خاں عالمگیر بادشاہ کا سپہ سالار تھا۔ سنہ ۱۱۰۱ھ میں بادشاہ نے اسے سیوا جی کے بیٹے سنبھا جی کے مقابلے پر روانہ کیا۔ اسے خبر لگی کہ سنبھا جی دو تین ہزار سواروں کے ساتھ سنگیز میں مقیم ہے۔ راستہ اس قدر دشوار تھا کہ مقرب خاں کو بار بار گھوڑے سے اتر کر پیدل چلنا پڑا۔ مگر واہ رے مقرب خاں اس تیزی سے دھاوا کرتا ہوا پہنچا کہ سنبھا ہوشیار بھی نہ ہونے پایا اور بہادر مقرب خاں نے اسے جا کر گھیر لیا۔ اس کے ساتھ صرف دو تین سو سوار تھے سنبھا نے اس کا مقابلہ کیا۔ مگر شکست کھائی اور بال بچوں سمیت گرفتار ہو گیا۔ سنبھا سخت بے رحم اور ظالم آدمی تھا۔ مسلمان ہی نہیں بلکہ ہندو بھی اس کے ظلم سے نالاں تھے۔ اس کی گرفتاری کی خبر مشہور ہوتے ہی تمام ملک میں خوشیاں منائی گئیں۔ اور لوگوں کو نہایت مسرت ہوئی۔ جس وقت وہ پاؤں میں بیڑیاں پہنے ہوئے عالمگیر کے دربار میں روانہ کیا گیا تو راہ میں جدھر سے گذرنا ہوتا تھا شریف عورتیں گھروں سے نکل آتی اور خوشیاں مناتی تھیں۔

اب عالمگیر کی رحم دلی کا حال سنئے۔ سنبھا دربار میں جس وقت گرفتار ہو کر

آیا ہے۔ اس کے ساتھ اس کی بیوی اور ایک سات برس کا بیٹا ساہوجی بھی تھا عالمگیر نے ساہو کو ہفت ہزاری کا منصب اور راجہ کا خطاب دیا۔ اور اس کی سرکار قائم کر کے دیوان اور بخشی مقرر کر دیئے اور حکم دیا کہ اس کا خیمہ شاہی خیمے کے برابر قائم کیا جائے۔ اسی طرح اس کے چھوٹے بھائیوں کی بھی عزت فرمائی۔ ہندوؤں کے مذہب میں قید کے زمانے میں کھانا نہیں کھاتے تھے اس بنا پر ساہو صرف مٹھائی اور میوہ جات پر بسر کیا کرتا تھا۔ عالمگیر کو معلوم ہوا تو اس نے اپنے ایک افسر کو بھیجا کہ ساہو سے کہو تم قید میں نہیں بلکہ گھر میں ہو اس لئے کھانا کھانا چاہیے عالمگیر نے یہی برتاؤ آخر تک رکھا لیکن ساہو بہت برا آدمی تھا عالمگیر کے مرنے کے بعد یہ خود حاکم بن بیٹھا۔ لیکن عالمگیر کے احسانوں کا یہ اثر تھا کہ یہ تک حرام بھی آزاد اور خودمختار ہو کر سب سے پہلے عالمگیر کی قبر کی زیارت کے لئے گیا۔

۲۴۔ یعقوب لیث اور ہمّت وکوشش

یعقوب لیث کا کچھ حال اوپر گذر چکا ہے۔ یہ اپنی دھن کا پکا اور بات کا بڑا دھنی تھا۔ کم سنی سے بڑے بڑے سخت کاموں میں کود پڑتا تھا۔ اور کسی بات کی پروا نہ کرتا۔ یہ اگرچہ قوم کا ٹھٹیرا تھا لیکن بادشاہ بننے اور حکومت کرنے کی دھن میں اس نے عیش، راحت اور آرام سب کو چھوڑ دیا تھا۔ لوگوں نے ایک بار اس کی یہ حالت دیکھ کر کہا "یعقوب۔ تم قوم کے ٹھٹیرے ہو۔ بھلا تم کو بہادری اور ان باتوں سے کیا کام، اپنی جان کیوں مصیبت میں ڈالتے ہو؟"

یعقوب نے جواب دیا "میں اپنی عزیز عمر ایک معمولی پیشے میں گذار دینا اور سیلسے تانبے کے کام میں رات دن پڑے رہنا پسند نہیں کرتا۔ اس پیشے کے کرنے والے بہت ہیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنے کو ایسے بڑے مرتبے پر پہنچا دوں جس پر آج تک میری قوم کا کوئی شخص نہیں پہنچا ہے اور ملک و قوم کا سردار بنوں میں ساہمت نہیں ہارتا اور نہ نا امید ہوتا ہوں۔ میری ہمّت اور کوشش ضرور مجھے ایک نہ ایک دن کامیاب کرے گی۔ اور حکومت و دولت مجھ کو مل جائے گی۔"

لوگوں نے کہا: "یہ بات تو بہت دشوار ہے اور اس میں سینکڑوں مصیبتیں ہیں" یعقوب نے جواب دیا: "بڑے کام کی دھن میں مٹ جانا اس سے بہتر ہی کہ انسان کسی ادنیٰ درجے کے کام میں پڑا رہے۔ میں جانتا ہوں کہ انسان کو ضرور ایک نہ ایک دن موت کا شربت پینا ہے۔"

غرض یہ برابر کوشش کرتا رہا اور ہمت نہ ہاری۔ آخر لوگ دیکھتے رہ گئے اور یہ دولت و حکومت دونوں کا مالک بن گیا اور بادشاہی کا تاج پہنا۔ ہمت اور کوشش بڑی چیز ہے۔

۳۴۔ حضرت خالدؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ

حضرت خالدؓ اسلامی فوج کے سپہ سالار اور شام کی لڑائی میں مصروف تھے۔ اور اپنی بہادری کے جوہر دکھا رہے تھے۔ قریب تھا کہ مسلمانوں کو فتح ہو۔ اتنے میں مدینہ سے حضرت خلیفہ کا حکم پہنچا کہ حضرت ابوبکرؓ کا انتقال ہو گیا اور ان کی جگہ حضرت عمرؓ مسلمانوں کے خلیفہ ہوئے خالد سپہ سالاری کی عہدے سے الگ کئے گئے اور انکی جگہ ابو عبیدہؓ فوج کی سب سے بڑی افسر مقرر ہوئے یہی حکم حضرت ابو عبیدہؓ کو بھی سنایا گیا۔

حضرت خالدؓ اپنی معزولی سے بالکل بددل نہ ہوئے۔ بلکہ ابو عبیدہؓ کو اس وقت یہ رائے دی کہ فتح ہوا ہی چاہتی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اس خبر سے فوج میں کچھ گڑبڑ پیدا ہو جائے اور میرے الگ ہونے کا برا اثر پڑے۔ بنا بنایا کام بگڑ جائے گا۔ اس خبر کو ابھی کسی سے بیان نہ کرنا چاہئے۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے بھی بہت خوشی سے اس رائے کو منظور کیا اور دونوں بہادر، ایمان دار افسر برابر اپنا اپنا کام کرتے رہے آخر فتح حاصل ہوئی۔ اس کے بعد حضرت خلیفہ کا حکم پورا کیا گیا۔ ابو عبیدہؓ سپہ سالار اور خالدؓ ان کے ماتحت سردار ہو گئے۔

۴۴۔ اکبر کی عالی ہمّتی

ہندوستان کا مشہور اکبر بادشاہ جس وقت ہندوستان کا بادشاہ ہوا ہی صرف تیرہ برس کا تھا مگر بچپن ہی میں اس نے اپنی بہادری اور عالی ہمتی کا دلوں پر سکہ بٹھا دیا۔

واقعہ یہ ہوا کہ جیسے ہی اس کی باپ ہمایوں نے انتقال کیا ایک ہندو سردار ہیموں نامی اپنی فوجیں لے کر چڑھ آیا اور پانی پت کے میدان میں لڑائی ہوئی۔ جہاں اکبر کے دادا بابر نے ابراہیم لودی کو مار کر بھگا دیا تھا۔ اور دہلی کی سلطنت حاصل کر لی تھی۔ غرض اکبر کی طرف سے بیرم مقابلے کو گیا اور اس نے ہیموں کی فوج کو بھگا دیا۔ ہیموں زخمی ہو گیا اور گرفتار کر کے اکبر کے سامنے لایا گیا۔ بیرم نے کمسن بادشاہ سے کہا۔ اپنی تلوار سے اس دشمن کا کام تمام کیجیے۔ جس نے آپ کی سلطنت کو چھین لینا چاہا تھا۔ اکبر اس پر راضی نہ ہوا اس نے جواب دیا میں ایک ایسے دشمن کو کیا قتل کروں جو پہلے سے زخمی اور مردے کے برابر ہے ضعیف دشمن سے جو ہمارے ہاتھ میں ہے بدلا لینا اپنے ہاتھ خراب کرنا ہے۔ غرض اپنی عالی ہمتی سے اسکی خطا معاف کی اور چھوڑ دیا۔ اس سے سارے ملک میں اکبر کی نیکی کا شہرہ ہو گیا۔

۷۴۔ زیاد اور ایک ہوشیار قیدی

زیاد حضرت معاویہ کے زمانۂ خلافت میں کوفہ کا گورنر تھا۔ اس نے ایک بار کسی مجرم کے قتل کا حکم دیا۔ مجرم قیدی بڑا ہوشیار اور چالاک آدمی تھا اپنے قتل کا حکم سن کر کہنے لگا: "زیاد آپ پر میرا کچھ حق ہے اس کا خیال فرمایئے۔"

زیاد کے دریافت کرنے پر مجرم نے کہا: میرا باپ آپ کا پڑوسی تھا۔"

زیاد نے پوچھا: "تیرے باپ کا کیا نام تھا؟" مجرم نے جواب دیا: "میرے آقا خوف کے مارے مجھے اپنا ہی نام یاد نہ رہا۔ بھلا اپنے باپ کا نام کیا یاد رہتا؟"

زیاد کو ہنسی آگئی۔ اس نے بہت ضبط سے کام لیا۔ اور اپنی آستین منہ پر رکھ کر بڑی مشکل سے ہنسی روکی۔ پھر مجرم کا قصور معاف کر دیا۔ اس طرح اس مجرم نے اپنی ہوشیاری سے ذرا میں اپنی جان بچالی اور زیاد نے قصور معاف کر کے اپنا نام زندہ کر دیا۔

۴۰۔ حضرت افلح کا صبر

حضرت افلح بڑے سچے اور پکے مسلمان تھے۔ انھوں نے اسلام کی خاطر بڑی بڑی تکلیفیں اٹھائیں مگر اپنے مذہب کو نہ چھوڑا اور صبر و استقلال کو ہاتھ سے نہ دیا۔ یہ ظالم صفوان بن امیّہ کے غلام تھے اور ان کا مالک بڑا ظالم اور سخت کافر تھا۔ جس وقت یہ اسلام لائے تو صفوان کو بہت غصہ آیا۔ اس نے آپ کے پاؤں میں ایک مضبوط رسی باندھ کر اپنے اور غلاموں کو حکم دیا کہ ان کو گھسیٹے گھسیٹے پھریں اس اذیت سے وہ بہت زخمی ہو گئے۔ مگر اف تک نہ کی۔ پھر ان کو ایک جلتے ہوئے گرم پتھر پر ڈال دیا۔ اس پر بھی بس نہ کی بلکہ خود صفوان نے ان کا گلا گھونٹا۔ ظالم صفوان کا بے درد بھائی ابی بھی موجود تھا ایک بے کس کو مصیبت میں دیکھ کر اسے بھی بالکل رحم نہ آیا بلکہ کہنے لگا اس بے ایمان کو اس سے زیادہ سزا دو، دیکھیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیوں کر اسے اپنے جادو سے بچاتا ہے غرض یہ بے رحمی کا برتاؤ عرصے تک ہوتا رہا۔ حضرت افلح تکلیف سے بے ہوش ہو گئے۔ مگر صبر و تحمل سے قدم نہ اٹھایا۔ یہ ظالم کافر سمجھے کہ حضرت افلح شہید

ہو گئے۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد ہوش آگیا۔ اتفاق کہ ادھر سے حضرت ابو بکرؓ کا گذر ہوا۔ آپ کو بے حد ترس آیا۔ اور اپنی عادت کے موافق جھٹ حضرت افلح کو خرید کر آزاد کر دیا۔ آپ نے تکلیفوں سے نجات پائی۔ سبحان اللہ، کیا نیک بندے تھے۔ انسان کو مصیبت کے وقت صبر سے کام لینا چاہیئے۔ ساری مشکلیں خدائے تعالیٰ آسان کر دیتا ہے۔ گھبرانا نہ چاہیئے۔

۴۹۔ شاہ جہاں بادشاہ اور ایک فیل بان

ایک دفعہ شاہ جہاں بادشاہ اور اس کا بیٹا دونوں شکار کو گئے شاہزادہ باپ کو پنکھا جھلتا جاتا تھا۔ راستے میں ہاتھی بگڑ گیا۔ ہاتھی چلانے والے نے بہت تدبیر کی مگر ہاتھی بالکل قابو سے باہر ہو گیا تھا اور اس نے سمجھ لیا کہ اب کسی طرح قبضے میں نہ آئے گا۔ اس نے بادشاہ سے عرض کی جہاں پناہ، ہاتھی کا جوش اور غصہ دور کرنے کے لئے اس کے سوا کوئی تدبیر نہیں کہ ہم تینوں میں سے ایک اپنی جان دے دے ورنہ ہم تینوں کی جان کا خوف ہے۔ میں بادشاہ اور شہزادے پر اپنی جان قربان کرتا ہوں اور اپنے بال بچوں کو بادشاہ کے بھروسے پر چھوڑے جاتا ہوں۔ حضور ان کی پرورش کا خیال رکھیں۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے آپ کو ہاتھی کے سامنے ڈال دیا ہاتھی نے دیکھتے ہی اسے پکڑ کر اپنے پاؤں سے کچل ڈالا اور اسی وقت اس کا غصہ دور ہو گیا۔ بادشاہ کی جان تو بچ گئی مگر اس کو اپنے فیل بان کی موت کا بہت رنج ہوا۔ وہ پلٹ کر چلا آیا۔ اس نے دو لاکھ روپیہ غریبوں میں تقسیم کیا اور جان نثار فیل بان کے بیٹوں کو جس نے بادشاہ کی سلامتی کے لئے اپنی جان فدا کی تھی دربار میں بلا کر بہت عزت کی اور بڑا منصب عطا فرمایا۔

۴۵ قیصر روم کا قاصد اور حضرت عمرؓ

حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں روم کے عیسائی بادشاہ نے جسے قیصر روم کہتے تھے، اپنا ایک قاصد مدینہ بھیجا کہ عرب مسلمانوں اور ان کے بادشاہ کے حالات اور اخلاق معلوم کرے۔ جب قاصد مدینہ پہنچا تو اس نے دریافت کیا تمہارے بادشاہ سلامت کہاں ہیں؟ کسی نے جواب دیا ہمارا بادشاہ کوئی نہیں۔ بلکہ سردار ہے اس وقت کسی ضرورت سے باہر چلا گیا ہے۔ قاصد بھی آپ کی تلاش میں نکلا۔ دیکھا کہ آپ ایک جگہ گرم ریت پر پڑے سو رہے ہیں اور ایک ہاتھ تکیے کے عوض سر کے نیچے رکھا ہوا ہے پیشانی سے لگاتار پسینہ بہہ رہا ہے، ساری زمین پسینے سے تر ہو گئی ہے۔ قاصد نے آپ کو اس حال میں دیکھا تو بڑی حیرت ہوئی اور اس کے دل پر خوف چھا گیا۔ پھر اپنے جی میں کہنے لگا:۔ اللہ اکبر! یہ وہ بادشاہ ہے جس کی ہیبت سے دنیا کے بڑے بڑے بادشاہ کانپتے اور لرزتے ہیں۔ اور خود اس کی یہ حالت ہے۔

پھر اس نے حضرت عمرؓ کو جگایا اور کہنے لگا "اے عمرؓ تم بڑے منصف معلوم ہوتے ہو جبھی اس طرح پڑے سوتے ہو۔ ہمارے بادشاہ رعایا پر ظلم و ستم کرتے ہیں جس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ ہمیشہ ڈرتے رہتے ہیں اور کبھی اطمینان سے ان کو نیند نہیں آتی۔

۴۶ حضرت امام جعفرؒ اور ایک غلام

حضرت امام جعفرؓ کی دین داری مشہور ہے۔ خدا نے ان کو دولت اور روپیہ پیسہ بھی بہت دیا تھا۔ ان کے پاس بہت سے غلام تھے۔ لیکن کبھی آپ کسی پر حکومت نہیں جتاتے تھے۔ بلکہ بھائیوں کی طرح اخلاق و محبت سے پیش آتے تھے۔ ایک بار ان کا ایک غلام ہاتھوں پر پانی ڈال رہا تھا۔ اتفاق سے لوٹا ہاتھ سے چھوٹ کر طشت میں گر پڑا اور چھینٹیں اُڑ کر امام صاحب کے منہ پر پڑیں۔ امام صاحب کو غصّہ آگیا۔ اور آپ نے آنکھیں نکال کر غلام کو دیکھا۔ غلام سمجھ گیا اور جھٹ کہنے لگا۔ "اللہ غصّہ ضبط کرنے والوں کو عزیز رکھتا ہے" آپ کی نگاہیں رحم و کرم سے بدل گئیں اور فرمایا میں نے تمھارا قصور معاف کیا۔ غلام نے پھر کہا اور اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ یہ بات آپ کو اور زیادہ پسند آئی۔ فرمایا "جاؤ ہم نے اللہ کی راہ پر اسی وقت تم کو آزاد کیا۔" غلام کو جس قدر خوشی ہوئی ظاہر ہے۔ اللہ کے نزدیک نیک بندے ایسے ہی ہوتے ہیں۔

۵۰۔ ایک بادشاہ اور دو قیدی

مقام مرد کی مسجد کسی نے آگ لگا کر جلا دی مگر مجرم کا پتہ نہ چلا۔ مسلمانوں نے یہ خیال کیا کہ یہ بدمعاش عیسائیوں کا کام ہے اور انھوں نے مذہبی جوش میں یہ حرکت کی ہے۔ اس بنا پر انھوں نے بھی دو گرجاؤں میں آگ لگا دی۔ بادشاہ نہایت منصف مزاج تھا۔ جب اس کو شکایت پہنچی تو اس نے فوراً گرفتاری کا حکم دیا کئی مجرم گرفتار کر کے پیش کئے گئے۔ بادشاہ نے جتنے قیدی تھے اتنے ہی کاغذ کے پرچوں میں مختلف سزائیں لکھوائیں۔ سب ملا جلا کر قیدیوں میں بانٹ دیے گئے۔ ایک ایک پرچہ ہر مجرم نے اٹھا لیا اور نہایت خوشی سے بادشاہ کی تجویز کی ہوئی سزا منظور کی۔ جس پرچے میں سزائے قتل لکھی تھی وہ ایک نوجوان کو ملا اس نے پڑھ کر نہایت جرأت سے کہا: "خدا کی قسم میری والدہ نہ ہوتی تو میں اس سزا کو بڑی خوشی سے قبول کرتا۔" پاس ہی ایک نوجوان قیدی تھا۔ اسے سن کر اپنے بھائی کی ضعیف ماں کے حال پر ترس آگیا۔ اس نے کہا میرے پرچے میں سزائے تازیانہ ہے یہ تم لے لو اور اپنا مجھے دے دو۔ میری ماں نہیں ہے میں تمہاری سزا بھگت لوں گا۔

دونوں نے پرچے بدل لئے اسی طرح سزائیں بھی بدل گئیں جسے سزائے قتل ہونا چاہیے تھی وہ تو کوڑے کھا کر بچ گیا اور دوسرا خوشی سے قتل ہو گیا اور لوگوں کو معلوم ہوا تو شہید مجرم کی بہادری اور ایثار پر بہت حیرت کی اور آفرین کہی۔

تم نے دیکھا کہ مسلمانوں میں کیا اتفاق تھا۔ ایک اپنے دوسرے بھائی کے لئے کیسی خوشی سے جان دے دیتا تھا اور اپنے بادشاہ کے حکم کو کس طرح مانتے تھے، یہ تھے ان کے آپس میں سلوک اور محبت و اخلاق۔

پیامِ تعلیم

مدرسے کے کاموں سے فارغ ہو کر بچوں کا جی ہلکی ہلکی
مزے مزے کی چیزیں پڑھنے کو چاہتا ہے۔ اور انہیں
ایسے مشغلوں کی تلاش رہتی ہے جن میں ان کا دل لگے
"پیامِ تعلیم" بچوں کی اسی خواہش کو پورا کرنے کے لئے جاری کیا
گیا ہے، اس میں قصے، کہانیاں، معلومات، لطیفے،
مفید مشغلے، غرض بچوں کی دلچسپی کا سبھی سامان موجود ہوتا ہے۔ بلاک
اور ریتھو کی تصویریں ان کے علاوہ یہ بات تسلیم کر لی گئی ہے کہ
اردو میں بچوں کے لئے اس سے بہتر کوئی رسالہ نہیں ؁

قیمت سالانہ ۲؍، فی پرچہ ۳؍، مع ضمیمہ ۴؍

مکتبہ جامعہ، دہلی